11

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

22 تا 28 مارچ 2007ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

جس کی لاٹھی اُس کی بھینس

نجات کی راہ: اجتماعی توبہ

امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ

نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی اور......

علامہ اقبال‘ قائد اعظم اور نظریۂ پاکستان
ایوانِ اقبال لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی کا خطاب

افریقہ کا دیو: نائیجیریا

حضرت مصعب ؓ بن عمیر کا داعیانہ کردار

یہ کون بول رہا ہے خدا کے لہجے میں

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سیرتِ طیبہ اور ہم

کون شمار کر سکتا ہے کہ ہر سال کتنی مجالسِ میلاد اور جلسہ ہائے سیرت ہمارے ملک میں منعقد ہوتے ہوں گے؟ ایک ربیع الاول ہی کے مہینے میں کتنے وعظ اور کتنی تقریریں ہوا میں لہریں اُٹھا دیتی ہوں گی؟ کتنے مقالے اور کتابیں لکھی جاتی ہوں گی؟ کتنے جرائد کے خاص نمبر اس موضوع پر شائع ہوتے ہوں گے؟ شعراء کتنی نعتیں لکھتے ہوں گے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ذرا سوچیے کہ ایک اچھے مقصد پر قوتوں اور روپے کے اس صرف کا واقعی نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کتنے افراد ہوں گے جو ان نیک مساعی کی بدولت سیرت نبویؐ کے سانچے میں اپنی زندگیاں ڈھالنے کی مہم میں ہر سال لگ جاتے ہوں گے؟ اور اگر عملاً حاصل وہ نہیں ہے جو ہونا چاہیے تو کہیں ہماری مساعی میں کوئی کوتاہی موجود ہے۔ رونا اسی کا نہیں کہ وہ کچھ حاصل نہیں ہو رہا جو مطلوب ہے‘ بلکہ اس سے بڑھ کر ماتم اس کا ہے کہ ہمارے پلے وہ کچھ پڑ رہا ہے جو محسن انسانیتؐ کے پیغام اور کارنامے سے کھلم کھلا ٹکراتا ہے۔ ہمارے اندر آج ایسے عناصر پروان چڑھ رہے ہیں جو حضور ﷺ کے مشن کو زمانۂ حال کے لیے ناکارہ اور حضور ﷺ کے عطا کردہ نظامِ زندگی کو ناقابلِ عمل قرار دیتے ہیں‘ ایسے عناصر جو حضور ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں‘ ایسے عناصر جو سیرت اور سنت اور حدیث کا سارا ریکارڈ دریا برد کر دینا چاہتے ہیں‘ ایسے عناصر جو قرآن کو‘ قرآن پیش کرنے والی ہستی کی 23 سالہ جدوجہد اور لازوال تحریکی کارنامے سے بے تعلق کر دینا چاہتے ہیں اور حضور ﷺ کی ہستی کو بطور عملی نمونۂ انسانیت کے ہماری نگاہوں سے گم کر دینے کے لیے کوشاں ہیں۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ تعبیر و تاویل کے نام پر ہمارے ہاں یہ کوشش ہو رہی ہے‘ کہ حضور ﷺ کی شخصیت‘ پیغام اور کارنامے کو موجودہ فاسد تہذیب کے فکری سانچے میں ڈھال دیا جائے اور محسن انسانیتؐ کی بالکل نئی تصویر عالمی طاقتوں کے ذوق کے مطابق تیار کر دی جائے۔

محسنِ انسانیت

نعیم صدیقی

الہدیٰ (271)

سورۃ المائدہ

(آیت 73 تا 77)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٧٥﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾﴾

''وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے' حالانکہ اُس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے اقوال (وعقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے۔ تو یہ کیوں اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے۔ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ مسیحؑ ابن مریمؑ تو صرف (اللہ کے) پیغمبر تھے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے۔ اور اُن کی والدہ (مریمؑ اللہ کی ولی اور) سچی فرماں بردار تھیں۔ دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم ان لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں' پھر (یہ) دیکھو کہ یہ کدھر اُلٹے جا رہے ہیں۔ کہو کہ تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں؟ اور اللہ ہی (سب کچھ) سنتا جانتا ہے۔ کہو کہ اے اہل کتاب! اپنے دین (کی بات) میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور بھی اکثروں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔''

عقیدۂ تثلیث کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا کہ یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا ہے کہ اللہ تین میں سے ایک ہے' جب کہ حقیقت یہ نہیں۔ الٰہ تو بس ایک ہی ہے' اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں' اگر اس سے باز نہ آئے تو ان میں سے جو کافر ہیں ان پر سخت عذاب آ کر رہے گا۔ تو کیا یہ اللہ کے حضور توبہ نہیں کرتے اور اُس سے استغفار نہیں کرتے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیح ابن مریمؑ اس کے سوائے کچھ نہیں کہ وہ اللہ کے رسول تھے۔ اُن سے پہلے بھی بہت سے رسول آئے ہیں۔ یہ بالکل وہی الفاظ ہیں جو سورۃ آل عمران میں حضور ﷺ کے بارے میں آتے ہیں' وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ صدیقہ تھیں۔ سورۃ النساء میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ نبیوں کے بعد سب سے اونچا مقام صدیقین کا ہے۔ خواتین کو نبوت نہیں ملی' ان کے لئے بلند ترین درجہ صدیقیت کا ہے۔ ہماری امت میں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ سب سے بڑی صدیقہ ہیں۔ اِسی طرح حضرت مریمؑ صدیقہ تھیں جو حضرت عیسیٰؑ کی ماں ہیں۔ وہ دونوں ماں بیٹا انسان تھے' کھانا کھاتے تھے' سارے بشری تقاضے اُن کے ساتھ تھے۔ دیکھو' ہم کیسے اُن کے لئے اپنی آیات واضح کرتے ہیں۔ پھر دیکھو' وہ کہاں سے لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

کہہ دیجئے! کیا تم اللہ کے سوا اُن کو پوجتے ہو جو تمہارے لئے نہ کسی برائی کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی بھلائی کا۔ سارا اختیار تو اللہ وحدہٗ لاشریک کے پاس ہے۔ اور وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے پیغمبر! کہہ دیجئے' اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو' تم نے محبت اور عقیدت کی وجہ سے عیسیٰؑ کو جو کچھ بنا دیا ہے وہ تو نری مبالغہ آرائی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ غلو انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ سنو! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔ اور اُس قوم کی پیروی مت کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکی ہے۔ پھر اُن لوگوں نے بہت سوں کو گمراہ بھی کیا اور خود بھی سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔

فرمانِ نبویؐ

منصبِ قضاء

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ)) [رواہ ابوداؤد]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے جسے جج بنایا گیا گویا کہ اسے چھری کے بغیر ذبح کیا گیا۔''

تشریح: عدلیہ کا منصب انتہائی پُر خطر ہے۔ رشوت اور سفارش کی آندھیوں سے بچ کر خاص حق اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرنے والا جج اللہ کا ولی ہے۔

یہ نہایت اہم ذمہ دارانہ عہدہ ہے۔ اس کے تقاضوں کو احتیاط سے پورا کیا جانا چاہئے' ورنہ روزِ محشر سخت جوابدہی کا سامنا کرنا ہوگا۔

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 | 22 تا 28 مارچ 2007ء | 2 تا 8 ربیع الاوّل 1428ھ | شمارہ 11

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک۔۔۔۔۔250روپے
بیرون پاکستان
انڈیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جس کی لاٹھی اُس کی بھینس

جس کی لاٹھی اُس کی بھینس' یہ ضرب المثل بہت پرانی ہے' شاید اتنی پرانی جتنی انسانی تاریخ پرانی ہے۔ لیکن تاریخ کا ایک قاری واضح طور پر یہ محسوس کرے گا کہ جس دور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو' حکمران جاہ طلب ہوں اور ملکی وسائل کو اپنی کرسی مضبوط کرنے پر صرف کر رہے ہوں' جب معاشرے میں انصاف عنقا ہو جائے' جب علماء حکمرانوں کے دروازوں پر قطار باندھے کھڑے نظر آئیں' جب دل خلوص' ہمدردی اور خدمت کے جذبہ سے خالی ہو جائیں' جب سید القوم قوم کا خادم بننے کی بجائے قوم کو ذاتی غلام سمجھنے لگے' جب شاہی محلات کے در عوام پر بند ہو جائیں' جب ریاست شہری کا تحفظ اپنی ذمہ داری نہ سمجھے' اور جب انسان کا خون پانی کی طرح بہنے لگے تو یہ ضرب المثل پوری شدت کے ساتھ عملی شکل اختیار کر لیتی ہے' اور صورتِ حال اُس وقت بدتر ہو جاتی ہے جب فرد جو معاشرہ کی اکائی ہے' اس ظلم کو حقیقت اور زندگی کا حصہ سمجھ کر ذہنی طور پر قبول کر لیتا ہے۔

آج ہمارا معاشرہ اس ضرب المثل کی بدترین عملی شکل اختیار کر چکا ہے۔ آج اندرون ملک اور بیرونِ پاکستان جو شے انتہائی حقیر' انتہائی ارزاں اور بے قدر و قیمت ہے' وہ ایک پاکستانی کی جان اور عزت ہے۔ اِس کی ہزاروں نہیں لاکھوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ایک برازیلی لندن میں پولیس کے ہاتھوں بے قصور مارا گیا' تو کس قدر طوفان اٹھایا برازیل نے' اور کتنی بار معافی طلب کی برطانوی فرماں روانے۔ ایک حکومتی عہدیدار کو برازیل جانا پڑا۔ سو پاپڑ بیلے' تب کہیں برازیل کی حکومت کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ حالانکہ برازیل معاشی لحاظ سے غریب اور جغرافیائی لحاظ سے غیر اہم ملک ہے۔ کتنے پاکستانی دنیا میں بے قصور اور بلا جواز مارے جاتے ہیں' کتنے امریکہ سے ہتھکڑی بندھے اور کرسیوں سے جکڑے ہوئے پاکستان میں لا پھینکے جاتے ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے کبھی کسی ملک سے احتجاج بھی ضروری نہیں سمجھا۔ اندرون ملک شہریوں سے کیا کچھ نہیں ہوتا۔ تھانہ اور کچہری جہاں سے شہری کو ریلیف ملنا چاہیے لیکن عام پاکستانی ان عمارتوں کے پاس سے گزرتا ہوا دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ یہ سب خیالات ہمارے ذہن میں اُس وقت کلبلانے لگے جب ہم نے وردی میں ملبوس بری فوج کے سربراہ' تینوں افواج کے سپریم کمانڈر' صدرِ پاکستان کُل جنرل پرویز مشرف صاحب کو جیو سے گڑگڑا کر معافی مانگتے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ کتنے ادب واحترام سے میڈیا کی لاٹھی کو بھینس پیش کی گئی۔ وگرنہ کتنے افراد ہیں جن کو گھروں سے اُچک کر غائب کر دیا گیا' آج اُن خاندانوں کے مرد و زن سڑکوں پر رُل گئے لیکن کوئی پرسانِ حال نہیں' معافی کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ چودھری افتخار کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ اُس نے حکومت سے اِن کا اتہ پتہ پوچھا تھا جبکہ حکمران اس پوچھ گچھ کے عادی نہیں۔ کتنے پاکستانی مسلمان بے گور و کفن دفن ہو گئے۔ کتنوں کا خون مٹی کو سرخ رو کر گیا' جنہوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کو مسلمانوں کے خلاف امریکی کروسیڈ قرار دے کر حکومت کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔

امریکہ کی روایتی بے وفائی پر دل میں گلہ و شکوہ تو پیدا ہو رہا ہے اور دبی زبان سے پھسل بھی رہا ہے لیکن جن خاندانوں کے چراغ امریکہ کی محبت میں گُل کر دیئے گئے ہیں' اُن سے تو معافی طلب نہیں کی گئی۔ بہر حال لاٹھی کی خدمت میں بھینس پیش کر دی گئی ہے۔ اور جس انداز میں جیو صدر مشرف کامران کے ساتھ پیش ہوئے اور بقول عمران خان کامران نے جس طرح سلو باؤلنگ کی' معلوم ہوتا ہے لاٹھی نے بھی کمال شفقت سے بھینس کو شرفِ قبولیت بخش دیا ہے۔

اب آیئے' اُس عدالتی بحران کی طرف جو طوفان بن کر حکمرانوں کی کرسی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وزیروں اور مشیروں کی بدحواسی دیدنی بھی ہے اور شنیدنی بھی۔ وائس آف امریکہ پر وزیر قانون وصی ظفر کو لوگوں نے غلیظ گالی دیتے ہوئے سنا۔ حکومتی اتحاد میں دراڑیں نہیں' بڑے بڑے شگاف پڑ گئے ہیں۔ وزراء ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے ہیں' یہاں تک کہ شیخ رشید بھی ریلوے کی پٹڑی سے اترتے دکھائی دیتے ہیں۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ کچھ لوگوں نے' جن کا تعلق جوڈیشری سے ہے' اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے سرکاری ملازمت پر لات ماری ہے۔ یہ سلسلہ اگر مزید بڑھا تو حکومت صدام کے بت کی طرح اوندھے منہ گر جائے گی۔

حکومت اِس بحران کو بعینہٖ اُسی طرح ڈیل کر رہی ہے' جس طرح ماضی میں آمروں نے اپنے اپنے وقت میں اٹھنے والی تحریکوں سے کیا۔ آغاز میں رویے کی سختی کا اظہار اور کرسی کی مضبوطی کا اعلان اور جب تحریک اتنی زور آور ہو جائے کہ کرسی کے ساتھ ساتھ جان کو بھی خطرہ لاحق ہو جائے تو پھر یا تو اپنی پگڑی اپوزیشن کے پاؤں میں رکھ دو یا اگلے (باقی صفحہ 18 پر)

اُنسٹھویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ — فقر ہے میروں کا میر' فقر ہے شاہوں کا شاہ
علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد — فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
علم فقیہہ و حکیم' فقر مسیحؑ و کلیمؑ — علم ہے جویائے راہ' فقر ہے دانائے راہ
فقر مقامِ نظر' علم مقامِ خبر — فقر میں مستی ثواب' علم میں مستی گناہ!
علم کا 'موجود' اور' فقر کا 'موجود' اور — اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰه
چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی — ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ!
دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو — تیری نگہ توڑ دے آئینۂ مہر و ماہ!

1۔ اقبال کہتے ہیں کہ تاج وتخت و سپاہ' عزت و اقتدار اور سربلندی' یہ سب شانِ فقر ہی کے معجزات ہیں' یعنی فقر ہی کی بدولت دنیا اور آخرت' دونوں میں عزت وتوقیر اور سروری حاصل ہوسکتی ہے' بلکہ فقر درحقیقت بادشاہوں سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔

2۔ اس شعر میں اقبال علم اور فقر میں موازنہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ علم (حکمت' فلسفہ اور سائنس) کا مقصد یہ ہے کہ انسان کی عقل میں یہ صلاحیت پیدا ہوجائے کہ وہ استدلال اور استنباطِ مسائل میں غلطی نہ کرے' لیکن فقر کی غایت یہ ہے کہ قلب ونظر دونوں گناہ یعنی اللہ کی نافرمانی سے محفوظ ہوجائیں۔ فلسفہ انسان کو حکیم ودانا بنا سکتا ہے' متقی اور خداترس نہیں بنا سکتا۔ گویا علم اور فقر دونوں کا دائرۂ عمل مختلف ہے' اور یہ دونوں انسان کے لیے ضروری ہیں' لیکن فقر کو علم پر فوقیت حاصل ہے' کیونکہ اللہ کی نظر میں مکرم اور لائقِ عزّت وہ شخص ہے جو متقی ہو' نہ کہ وہ جو فلسفی ہو۔ متقی کو شریعت کی رُو سے فلسفی پر فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ" یعنی اللہ کی نظر میں تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

3۔ علم انسان کو فقیہہ یا فلسفی تو بنا سکتا ہے' لیکن نہ اللہ سے ہم کلامی کا شرف عطا کر سکتا ہے' اور نہ میدانِ جہاد میں سرفروشی پر آمادہ کرسکتا ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ عالم راہِ حق کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے' لیکن صاحبِ فقر خدا تک پہنچ جاتا ہے۔

4۔ فقر سے انسان میں وہ نظر پیدا ہوجاتی ہے جس کی بدولت وہ حقیقت کو دیکھ سکتا ہے' لیکن علم انسان کو حقیقت سے آگاہ نہیں کرسکتا' اسی لیے اقبال نے کہا ہے:

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سِوا کچھ اور نہیں

اسی لیے فقر سے جو مستی پیدا ہوتی ہے' وہ انسان کے حق میں مفید ہے' لیکن علم سے جو مستی پیدا ہوتی ہے' وہ مُضر ہے' کیونکہ علم آگاہی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا' اس لیے بسا اوقات گمراہی کا باعث ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے ہمیں متنبہ کردیا ہے:

ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک
ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی

5۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ عالم (فلسفی) اور فقیر (صوفی) دونوں توحیدِ الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں' لیکن عالم کے ذہن میں اللہ کے موجود ہونے کا مفہوم' صوفی کے مفہوم سے مختلف ہوتا ہے۔ عالم جب یہ کہتا ہے کہ اللہ موجود ہے تو وہ اس کو کائنات کا صانع اور خالق تصور کرتا ہے' جو اِس کائنات سے بالکل جُدا' بلکہ وراء الوراء ہے' اس لیے وہ خدا کے علاوہ کائنات کا بھی حقیقی وجود تسلیم کرتا ہے' لیکن جب صوفی کہتا ہے کہ اللہ موجود ہے تو وہ اس کے علاوہ اور کسی شے کو حقیقی معنوں میں موجود نہیں سمجھتا' اور کائنات کو وہ اس کی صفات کا عکس قرار دیتا ہے۔

6۔ جب ایک مسلمان اپنی خودی کو فقر کی سان پر چڑھا لیتا ہے' یعنی جب اُس کے اندر شانِ فقر پیدا ہوجاتی ہے تو پھر اس اکیلے آدمی میں پوری فوج کی طاقت اور ہمت پیدا ہوجاتی ہے۔

7۔ اے مسلمان! اگر تُو اپنے دل کو زندہ کر لے تو یہ ساری کائنات تیری تابع فرمان ہوجائے گی۔ دل کو زندہ کرنے کا طریقہ اقبال اس سے پہلے واضح کر چکے ہیں کہ دل شانِ فقر سے زندہ ہوسکتا ہے اور شانِ فقر مرشدِ کامل کی صحبت اختیار کرنے سے پیدا ہوسکتی ہے' اور مرشدِ کامل وہ ہے جس کا سلسلہ سرورِ کائنات ﷺ کے غلاموں میں سے کسی غلام سے ملتا ہو۔

نجات کی راہ: اجتماعی توبہ

مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 23 فروری 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[گزشتہ سے پیوستہ]

انسان کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو' توبہ اُس کے گناہوں کو دھوڈالتی ہے۔ سورۂ زمر کے چھٹے رکوع کے آغاز میں فرمایا:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ (آیت:53)

''(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا' اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

اِس آیت کے بارے میں بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ اللہ کی رحمت کے حوالے سے قرآن مجید کی عظیم ترین آیت ہے۔ اِس میں ہمارے لئے امید کا پیغام ہے۔ حد درجہ مایوس انسان بھی جب اِس آیت کو پڑھتا ہے' تو اُس کے دل میں ایک امید جاگ اُٹھتی ہے۔ اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ اگر میں سچی توبہ کرلوں تو اللہ میرے گناہوں کو معاف کردے گا' خواہ وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ جیسے ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اگر بندہ مومن کے گناہوں کا انبار احد پہاڑ جتنا بھی ہو تو سچی توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادیتے ہیں۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں سے فرمادیا ہے کہ تم خواہ کتنے ہی گناہگار کیوں نہ ہو' اپنے گناہوں کا اعتراف کرلو' مجھ سے معافی مانگو' سچی توبہ کرلو' میں تمہیں معاف کردوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس نے سچی توبہ کی ہے اور کس کی توبہ کے اندر کھوٹ اور ملاوٹ ہے' وہ بظاہر تو توبہ کر رہا ہے' لیکن حقیقت میں توبہ نہیں کر رہا' کیونکہ اُس کا گناہ چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپؐ ارشاد فرماتے تھے: ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کی توبہ سے اس مسافر آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو (اثنائے سفر میں) کسی ایسی غیر آباد اور سنسان زمین پر اُتر گیا ہو جو سامان حیات سے خالی اور اسباب ہلاکت سے بھرپور ہو اور اس کے ساتھ بس اس کی سواری کی اونٹنی ہو' اُسی پر اُس کے کھانے پینے کا سامان ہو' پھر وہ (آرام لینے کے لئے) سر رکھ کے لیٹ جائے پھر اسے نیند آجائے' پھر اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی (پورے سامان سمیت) غائب ہے' پھر وہ اس کی تلاش میں سرگرداں ہو' یہاں تک کہ گرمی اور پیاس وغیرہ کی شدت سے جب اس کی جان پر بن آئے تو وہ سوچنے لگے کہ (میرے لئے اب یہی بہتر ہے) کہ میں اُسی جگہ جا کر پڑ جاؤں (جہاں سویا تھا) یہاں تک کہ مجھے موت آجائے' پھر وہ (اسی ارادہ سے وہاں آکر) اپنے بازو پر سر رکھ کے مرنے کے لئے لیٹ جائے' پھر اس کی آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کی اونٹنی اس کے پاس موجود ہے اور اس پر کھانے پینے کا پورا سامان (جوں کا توں محفوظ) ہے تو جتنا خوش یہ مسافر اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہوگا' اللہ کی قسم! مؤمن بندے کے توبہ کرنے سے اللہ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔'' (متفق علیہ)

> **حدیث رسول ﷺ کے مطابق تین اعمال ایسے ہیں جن سے انسان کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پہلا عمل یہ ہے کہ ایک شخص کفر سے اسلام میں داخل ہو جائے۔ دوسرا عمل حج مبرور ہے اور تیسرا عمل سچی توبہ ہے**

توبہ کی کیا اہمیت ہے' اِس کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حدیث رسول ﷺ کے مطابق تین اعمال ایسے ہیں جن سے انسان کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پہلا عمل یہ ہے کہ ایک شخص کفر سے اسلام میں داخل ہو جائے۔ دوسرا عمل حج مبرور ہے اور تیسرا عمل سچی توبہ ہے۔ جس طرح اسلام میں داخل ہونے یا حج مبرور کے نتیجے میں انسان کے گزشتہ تمام گناہ معاف ہوتے ہیں اِسی طرح سچی توبہ بھی گناہوں کو دھوڈالتی ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ سیأت کو حسنات میں بدل دیتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ توبہ محض یہ نہیں کہ آدمی استغفار کا ورد کرتا رہے' اور گناہ بھی جاری رہے' سودی لین دین اور ناجائز کاروبار بھی چلتا رہے' اُس میں کوئی فرق نہ آئے' بلکہ اِس کی کچھ شرائط ہیں جن کا پورا کیا جانا ضروری ہے' ورنہ توبہ صحیح معنوں میں توبہ نہ ہوگی۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ﴾ (سورۃ الفرقان:70)

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے۔''

توبہ کی پہلی شرط غلطی اور گناہ پر ندامت ہے۔ آدمی استغفار کرتا رہے' مگر اپنے بُرے عمل پر کوئی ندامت نہ ہو تو یہ کوئی توبہ نہیں ہے۔ حضرت آدمؑ سے خطا ہوئی تو وہ ندامت کے ساتھ اللہ کی جانب متوجہ ہوئے۔

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ ﴾ (الاعراف)

''بولے وہ دونوں (حضرات آدمؑ و حوا) اے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا۔ شیطان سے بھی گناہ ہوا' مگر اُس کے اندر گناہ پر ندامت پیدا نہ ہوئی' اُس

نے تکبر کا مظاہرہ کیا' چنانچہ راندۂ درگاہ ہوا۔

توبہ کی دوسری شرط تجدید ایمان کے ساتھ اصلاح عمل ہے۔ آدمی یہ اعتراف کرتے ہوئے اللہ کی جانب رجوع کرے کہ اے اللہ! میں اپنے نفس کے ورغلانے سے بھٹک گیا۔ شیطان کے بہکاوے میں آ گیا' تو ہی میرا رب ہے' تو ہی میرا خالق و مالک ہے' میں گناہ کو ترک کر کے تیری طرف پلٹ رہا ہوں۔ تو مجھے معاف فرما۔ احادیث میں استغفار کے لئے مختلف الفاظ آتے ہیں۔ سیدالاستغفار کے الفاظ ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ))

''پروردگار! تو ہی میرا رب ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں تو تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا ہی بندہ ہوں۔''

توبہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے گناہ کو چھوڑنے کا عزم مصمم ہو۔ انسان کا یہ پختہ ارادہ ہو کہ میں آئندہ گناہ نہیں کروں گا۔ ہاں' اس کے باوجود اگر پھر گناہ ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے۔ ایسی صورت میں پھر توبہ کرنا ہو گی۔

اگر آدمی اِن تین شرائط کو پورا کرتے ہوئے توبہ کرے' تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف فرما دے گا' اور اُسے نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے گا۔ یہی وہ توبہ ہے جسے توبۂ نصوح کہا گیا ہے۔ اور اسی کی انسان کو دعوت دی گئی ہے۔ سورۂ تحریم میں فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ﴾ (آیت:8)

''مومنو! اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔''

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۪ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ ۪۟ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴾

''اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اَڑے نہیں رہتے۔''

یہ تو معاملہ تھا انفرادی توبہ کا' جو ہر شخص کی ضرورت ہے۔ کوئی شخص نیکی اور تقویٰ میں کتنے ہی بلند مقام پر کیوں نہ پہنچ جائے' اِس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ خود اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی میرے دل پر بھی کچھ حجاب سا آ جاتا ہے۔ (اس حجاب کو ہمیں اپنے حجاب پر ہرگز قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ آپ کی یہ کیفیت ہماری حضوری کی کیفیت سے بھی لاکھوں کروڑوں گنا بہتر ہے) اور میں اِس پر اپنے رب سے روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

اب آیئے' تذکرہ کرتے ہیں اجتماعی توبہ کا۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ اپنی بداعمالیوں کے سبب قومیں خاص طور پر مسلمان اقوام اللہ تعالیٰ کے عذاب کی زد میں آ جاتی ہیں۔ قوموں کے اجتماعی جرائم کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی دے دیتا ہے' کیونکہ ۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اگر آج ہم اپنی زبوں حالی پر غور کریں' تو اِس کی وجہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا چلن ہے۔ ہم پر ذلت و رسوائی کا جو عذاب مسلط ہے' اس کی وجہ ہماری اجتماعی بداعمالیاں اور شریعت سے روگردانی ہے۔ ہم نے اللہ کی اطاعت اور بندگی سے انحراف کیا اور شیطان اور شیطانی قوتوں کی پیروی کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ کے آگے جھکنے پر مجبور ہو گئے۔ دنیا میں ہماری کوئی عزت و وقار اور حیثیت نہ رہی۔

ہم نے نائن الیون کے بعد امریکہ کی اطاعت کرتے ہوئے یوٹرن کی جس سیریز کا آغاز کیا تھا' وہ ختم ہونے کو نہیں آ رہی۔ اللہ کی کھلی نافرمانی کا ایک خوفناک سلسلہ ہے جو چل رہا ہے۔ اگرچہ ماضی میں بھی ہماری دینی حالت اچھی نہ تھی۔ ہم نے اللہ کے قانون و شریعت کی پروا نہ کی' مگر نائن الیون کے بعد تو گویا شریعت سے کھلی بغاوت کا سا طرزِ عمل سامنے آ رہا ہے۔

سب سے پہلے ہم نے طالبان کی اسلامی حکومت کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا۔ لاجسٹک سپورٹ کے عنوان سے اُس سے ہر طرح کا تعاون کیا' اور ستم بالائے ستم یہ کہ اِس یوٹرن کو زمینی حقائق کا تقاضا قرار دیا گیا۔ ہم ایمانی حقائق یکسر فراموش کر بیٹھے' اللہ پر توکل و اعتماد کی بجائے امریکی طاغوت کو اپنی امیدوں کا مرکز بنا لیا۔ افغانستان کے بعد کشمیر کے محاذ پر ہم نے یوٹرن لے لیا۔ چنانچہ مجاہدین کی وہ عسکری جدوجہد جسے کل تک ہم جہاد تسلیم کرتے چلے آ رہے تھے' دہشت گردی قرار دیا' اور اُس سے منہ موڑ لیا۔ اِس لئے

پریس ریلیز

16 مارچ 2007ء

پاکستان میں ہر دور میں دستوری اور آئینی تقاضوں کو نظر انداز کیا گیا
پرویز مشرف کا متبادل بھی امریکہ نواز ہو گا۔ مسائل کا حل اجتماعی توبہ ہے

حافظ عاکف سعید

چیف جسٹس کے خلاف حالیہ ناروا معاملات غیر آئینی اور قابل مذمت ہیں۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ آئین ہے کہاں؟ کیونکہ پہلے بھی بہت سے معاملات میں آئینی اور دستوری تقاضوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چیف جسٹس کے حوالے سے جو معاملہ ہوا وہ امریکہ کی طے شدہ پلاننگ کا حصہ ہے، جس کا مقصد موجودہ حکمرانوں سے چھٹکارا پانا ہے۔ اگر واقعتاً ایسا ہی ہے تو خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں' کیونکہ متبادل حاکم بھی امریکہ نواز ہی ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ کسی فرد کے منظر سے ہٹ جانے پر یہ سمجھنا کہ ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے، خود فریبی ہے۔ ہمیں اللہ سے خیر کی دُعا کرنی چاہئے کہ یہ بحران ملکی سلامتی کے لیے نقصان دہ نہ ہو اور اللہ پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کے عزائم ناکام بنائے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے مسائل اسی وقت حل ہوں گے جب ہم توبہ کر کے اللہ کے ساتھ اپنے معاملات درست کریں گے کیونکہ تمام خیروں کا مالک وہی ہے اور وہی دشمنوں کے عزائم سے بھی واقف ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ہماری 60 سالہ تاریخ سے عیاں ہے کہ ایسی تحریکوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ضرورت اجتماعی توبہ کرنے اور ملک کا قبلہ درست کرنے کی ہے تاکہ ہمیں اللہ کی رضا حاصل ہو اور ہم تمام خیروں کے حق دار بن سکیں۔ (جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

کہ اوپر سے یہی حکم ملا تھا۔ اب انڈیا خود گواہی دے رہا ہے کہ پاکستان کی جانب سے "دراندازی" رُک گئی ہے۔ نظریۂ پاکستان سے بھی یوٹرن لیا جارہا ہے۔ مندر بنائے جا رہے ہیں۔ اُن کی تزئین و آرائش پر کروڑوں روپے خرچ کئے جارہے ہیں اور دوسری طرف مساجد اور مدارس پر یلغار ہورہی ہے۔ اِس طرح پاکستان اور انڈیا میں جو تھوڑا بہت فرق تھا' ہم اُسے بھی مٹا رہے ہیں۔ جس جس پہلو سے بھی نظریۂ پاکستان کی وجہ سے دونوں ملکوں میں کچھ فرق محسوس ہوتا تھا' اُسے ختم کرنے کے لئے سرکاری سطح پر کوششیں ہو رہی ہیں۔ پھر یہ کہ ہم نے دینی اقدار سے یوٹرن لے لیا۔ روشن خیالی کے خوش نما عنوان سے ایک "نیا اسلام" متعارف کرا رہے ہیں۔ ایک نیا ویلیو سسٹم/کلچر وجود میں لا رہے ہیں۔ اور شاید اِس نئے اسلام کے "ارکانِ خمسہ" میں مخلوط میراتھن ریس اور ویلنٹائن ڈے منانا بھی شامل ہے۔ اِس میں بسنت کو بڑے اہتمام سے منانا بھی "فرض" ہے۔ اِسی لئے تو پتنگ بازی پر قومی دولت لٹائی گئی۔ اخبارات میں بڑے بڑے اشتہارات شائع کئے گئے۔ انسانی جانوں کے ضیاع کی پرواکئے بغیر یہ اہتمام کیا گیا کہ بسنت ہر حال میں منعقد ہو' گویا بسنت نہ ہوئی تو ملک میں ترقی نہ ہوسکے گی' خوشحالی نہیں آئے گی۔ اِس کے علاوہ نصاب تعلیم سے جہاد سے متعلقہ آیات اور قومی ہیروز کے تذکرے نکالے جارہے ہیں۔ ہندوؤں کی تاریخ کو شامل نصاب کیا جارہا ہے' ہماری تاریخ کی ابتدا محمد بن قاسم کی بجائے اشوکا سے کرنے کی باتیں کی جارہی ہیں۔ ملکی دستور اور قانون سے اسلامی دفعات کو نکالنے کی مہم چل رہی ہے۔ حدود آرڈیننس میں تبدیلی کرکے شریعت سے متصادم نام نہاد تحفظ نسواں کا قانون بنایا گیا ہے' تاکہ ہمارا "آقا" ہم سے راضی ہوسکے۔ اب لگتا ہے کہ ملکی سالمیت سے بھی ہم یوٹرن لے رہے ہیں۔ امریکہ دھڑلے سے کہتا ہے کہ ہم قبائلی علاقوں میں جب چاہیں گے' اپنے ٹارگٹ پر حملہ کریں گے۔ آپ ہمیں روک نہیں سکتے' اور عملاً وہ ایسا کر رہا ہے۔

ہماری یہ حالت دراصل ہمارے قومی جرائم کی سزا ہے۔ ہم اپنے اجتماعی کرتوتوں کے سبب یہاں تک پہنچے ہیں۔ اِس کی ذمہ دار پوری قوم ہے' محض ایک فرد کو اِس کا ذمہ دار قرار دے کر ہم بری الذمہ نہیں ہوسکتے۔ دین سے غداری پوری قوم نے کی ہے۔ پوری قوم نے کوتاہیاں کی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ہماری ساٹھ سالہ تاریخ اللہ سے بے وفائی اور غداری کی تاریخ ہے' یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے ہر صفحے پر نافرمانیوں کی داستان ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ہر حکمران نے شریعت اسلامی سے روگردانی کی اور نفاذ اسلام کا وہ عظیم مشن پورا نہ کیا جو نہ صرف اسلام کا بلکہ نظریۂ پاکستان کا بھی اوّلین تقاضا تھا' مگر عوام نے بھی معصیت اور نافرمانی ہی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ اُن کا رُخ بھی دولت پرستی' ہوس پرستی' جاہ طلبی' مغربی تہذیب اور ہندوانہ رسومات ہی کی طرف رہا۔ اگر حکومت بسنت کی سرپرستی کر رہی ہے تو بسنت منانے والے عوام ہی ہیں۔ اگر وہ نظریۂ پاکستان کو مٹانے کے درپے ہے تو عوام کا بھی حال یہ ہے کہ وہ شادی بیاہ کے مواقع پر ہندوانہ رسومات کو منانا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ سنت کے مطابق اپنی سماجی زندگی کو ڈھالنے پر آمادہ نہیں۔

اِن حالات میں نجات کی صورت یہ ہے کہ پوری قوم اجتماعی توبہ کرے۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے گناہوں اور معصیت سے توبہ کرے' اوامر کی پابندی کا عہد کرے اور منکرات کو ترک کردے۔ سود خوری' رشوت اور بے پردگی اور بے حیائی سے اجتناب کرے۔ اِسی طرح ہماری حکومت نام نہاد روشن خیالی کی بھول بھلیوں میں قوم کو الجھانے کی بجائے اسلامی نظام نافذ کرے' تاکہ پاکستان ایک ایسی اسلامی ریاست کی صورت میں بساط عالم پر جلوہ گر ہو جو دنیا کے لئے مثال بن سکے۔ اگر ایسا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت ضرور ہمارے شامل حال ہوگی' اور عذاب اور خطرات کے وہ سیاہ بادل چھٹ جائیں گے جو آج ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

گوشۂ خواتین

اللہ کی مدد

مسز الماس

یکم محرم 1428 کو مبارک خبر سننے کو ملی کہ چین خلا میں موجود امریکی' روسی' اسرائیلی اور یورپی کمرشل سیٹلائٹ کو تباہ کرنے کی صلاحیت حاصل کرچکا ہے۔ (امریکی ماہر)

یہ خبر شاید ہم آسانی سے سمجھ نہ پائیں' مگر یہ سچ ہے کہ آنے والے وقت میں یہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑی مدد ہے۔ وہ اس لئے کہ اسی سیٹلائٹ کی مدد ہی سے تو امریکہ سارے ملکوں پر کنٹرول کرتا پھر رہا ہے۔ اسی سیٹلائٹ کی مدد سے امریکہ نے افغانستان میں طالبان کی حکومت کو تہس نہس کردیا تھا۔ اور اسی سیٹلائٹس کی مدد سے تو وہ ساری دنیا کے وسائل پر کنٹرول کر رہا تھا اور ہے۔ اور اسی سیٹلائٹس کی مدد سے یورپ نے تباہ شدہ علاقوں کو بازیافت کیا تھا۔ اور آج اسی سیٹلائٹس کی بدولت ہم لندن میں بیٹھے کمپیوٹر پر دنیا کا نقشہ کھول کر لاہور کی گلیوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ شاید یہ بات ہمارے لئے معمولی ہو' مگر حقیقت یہ ہے کہ کمپیوٹر پر ایسی ویب سائٹ ہے جو انٹرنیٹ کے ذریعے کھلتی ہے اور وہاں دنیا کا نقشہ کھلتا ہے' پھر براعظم کو کلک کرکے کھول سکتے ہیں' پھر پاکستان کا نام کلک کرکے کسی بھی شہر کو کھول کر اس کی گلیوں تک جاسکتے ہیں' یہ کہ اقبال ٹاؤن کہاں ہے' مال روڈ کہاں ہے وغیرہ وغیرہ اور وہاں کسی بھی قسم کی حرکات و سکنات کا مکمل پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہاں یہ بھی بتادیں کہ یہ ابھی عام قسم کی ویب سائٹ منظر عام پر ہے' جو ٹیکنالوجی یورپ اور خاص طور پر امریکہ استعمال کرتا ہے وہ تو ہمارے گاؤں تک کو جاننے میں مدد دیتی ہے۔ اور تو اور جب فون پر ہم لفظ اللہ استعمال کرتے ہیں تو فوراً ڈیٹک مشین کا جاسوس بول پڑتا ہے اور باتیں ریکارڈ ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ ابھی حال ہی میں کینیڈا میں بیٹھے ایک شخص نے انٹرنیٹ پر اطلاع کے ذریعے دوسرے ملک میں چور کو پکڑوا دیا تھا۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب میں ان باتوں کو سنتی تھی تو کہتی تھی کہ اے اللہ! ہم کیسے کامیاب ہوں گے۔ یہ چیزیں ہم مسلمانوں کو تباہ کر رہی تھیں اور میں دعا کرتی تھی کہ اللہ کوئی اچھا سبب نکالے' کیونکہ مسلمانوں کے وسائل پر کنٹرول کرنے والوں کے خلاف اللہ نے ہی مدد کرنی ہے۔ سو میری نظر میں یہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑا معجزہ ہے۔ (واللہ اعلم)

اور اس سیٹلائٹ کے ذریعے کیا کیا ہوتا ہے' اس کی تفصیل بڑی طویل ہے مگر اتنا بتادیں کہ اس کے ذریعے پوری دنیا خاص طور سے مسلمانوں کی ہر ہر حرکت پر نظر رکھی جارہی ہے' چاہے وہ پوسٹ کا نظام ہو' فون سسٹم یا سیٹلائٹ' بہر حال جس کا حامی اور مددگار اللہ ہو' اس کو کامیابی ہو کر رہتی ہے۔ اے کاش! ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرکے اپنا حامی و ناصر بنالیں۔

امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کا تاریخی جائزہ اور عالم اسلام

محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

موجودہ حالات میں عالم کفر اور عالم اسلام کے مابین جو چپقلش چل رہی ہے' اس میں در پردہ سب سے فعال کردار یہودیوں کا ہے جبکہ عملاً اس چپقلش میں نمایاں ترین حیثیت عیسائیوں کو حاصل ہے۔ اسرائیل کو یہودیت اور امریکہ کو عیسائیت کے امام کا درجہ حاصل ہے۔ اگر تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے مابین صدیوں سے شدید دشمنی اور عداوت تھی۔ سیدھی سی بات ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تثلیث کے عقیدے کے تحت الوہیت کا جزو مانتے ہیں اور انہیں خداوند یسوع مسیح کہتے ہیں۔ اس کے برعکس یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) مرتد اور واجب القتل سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے یہودی علماء کے اعلیٰ ترین ادارے نے انہیں سولی چڑھانے کا فیصلہ دیا تھا اور انہوں نے اپنے خیال کے مطابق انہیں رومی حکمرانوں کے ذریعے سولی بھی چڑھوا دیا تھا۔

ان دونوں مذاہب کے مابین اسی وقت سے شدید ترین دشمنی کی کیفیت رہی۔ پہلے تین سو برس یہودی اور رومی عیسائیوں پر بدترین تشدد کرتے رہے ہیں جبکہ دوسرے تین سو برس میں عیسائی یہودیوں کو پیٹتے رہے ہیں۔ پہلے تین سو برسوں کے دوران یہودیوں کو سلطنت روما کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے بت پرست رومیوں کے ذریعے عیسائیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ یہ دور عیسائیوں پر بدترین تشدد اور تعذیب کا تھا۔ 300ء میں رومی سلطنت میں یہ عظیم تبدیلی رونما ہوئی کہ رومی شہنشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کر لی چنانچہ اب عیسائیت نے ریاست کے سرکاری مذہب کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس تبدیلی کے بعد عیسائیوں نے یہودیوں سے خوب گن گن کر بدلے لئے اور ان کی خوب پٹائی کی۔ دونوں مذاہب کی دشمنی کے دوسرے تین سو سالوں کے دوران حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً چالیس برس قبل ایسی صورتحال پیدا ہوگئی کہ عیسائی ملک یمن میں یہودیوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ وہاں سے یہودیوں نے جنوبی عرب میں نجران پر حملہ کیا۔ فتح نجران کے بعد یہودیوں نے عیسائیوں کو زبردستی عیسائیت چھوڑنے پر مجبور کیا اور انکار پر ہزاروں عیسائیوں کو آگ میں جلا دیا۔ یہ واقعہ قرآن حکیم میں سورۃ البروج میں مذکور ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد عیسائیوں کا معاملہ اسلام کے ساتھ کسی درجے میں تعاون کا رہا' جبکہ اس کے برعکس یہودی روز اول سے اسلام کے بدترین دشمن تھے جیسے کہ وہ فی الوقت بھی ہیں۔ حضورؐ کے اعلان نبوت کے بعد یہودیوں نے مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کا بازار گرم رکھا۔ لیکن سپین میں طارق بن زیاد کی افواج جب حملہ آور ہوئیں تو یہودیوں نے عیسائیوں کے خلاف چال چلی اور مسلمانوں کی مدد کی کیونکہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔ اس دور میں یہودی ''خداوند یسوع مسیح کے قاتل'' ہونے کی وجہ سے پوری عیسائی دنیا میں مبغوض و مقہور تھے اور بالخصوص یورپ میں عیسائیوں کے بدترین تشدد کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ سپین میں مسلمانوں کی مدد کرنے کی وجہ سے انہیں مسلم سپین میں تحفظ اور وقار حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ سابق اسرائیلی سربراہ حکومت بن گوریان اپنی کتاب میں یہ الفاظ لکھتے ہیں: "Muslim Spain is the Golden Era of Our Diaspora" یعنی مسلم سپین کا زمانہ ہمارے دور انتشار کا سنہری زمانہ ہے۔

> جیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں ایران اور پاکستان اب آخری چٹان ہیں۔ پاکستان کا حکمران طبقہ تو پوری طرح امریکہ کے شکنجے میں ہے جبکہ عوام میں ابھی تک بغاوت کا عنصر باقی ہے۔ اور ان باغیوں کو ہمارے حکمران اور امریکہ مقامی طالبان کا نام دے کر آئے روز ختم کر رہے ہیں اور ان کے خاتمے کے لیے پاکستان کی سرزمین امریکہ اور نیٹو کی افواج کے لیے بھی کھلی شکارگاہ بنی ہوئی ہے

سپین میں قیام کے دوران سازشی یہودیوں نے عیسائیوں میں تفرقہ پیدا کرنا شروع کر دیا اور عیسائیوں کو دو فرقوں ''کیتھولک'' اور ''پروٹسٹنٹ'' میں تقسیم کر دیا۔ مسلم سپین میں یہودیوں نے جو دوسرا بڑا فتنہ پیدا کیا وہ یہ تھا کہ عیسائیوں کی نفرت اور دشمنی کا رخ اپنی طرف سے موڑ کر مسلمانوں کی جانب کر دیا۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے چار سو برس کے بعد صلیبی جنگیں شروع ہوگئیں۔ یورپ میں مزید تین سو برس کے بعد یہود کو مزید کامیابیاں حاصل ہوئیں مثلاً پروٹسٹنٹ فرقہ آزاد خیالی کا علمبردار اور نام نہاد حقوق انسانی کا دعویدار بن گیا۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں معاشرے میں بے حیائی، فحاشی اور عریانی کو اتنا عام کر دیا گیا کہ نتیجتاً خاندان کا ادارہ ہی ختم ہو کر رہ گیا۔ دوسری کامیابی یہودیوں نے یہ حاصل کی کہ یورپ میں سود کی اجازت حاصل کر لی۔ اس سے قبل کیتھولک فرقے میں بھی سود بہت بڑا گناہ تھا، آج یورپی حکومتیں یہودی بینکاروں کی مقروض ہیں اور یہی حال اس وقت امریکہ کا ہے کہ وہ پوری طرح سے یہودی بینکاروں کے شکنجے میں کسا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے امریکہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مقروض ملک ہے اور وہاں کے بینک ریاست کے تابع نہیں بلکہ آزاد اور خود مختار ہیں۔ گویا امریکہ میں State کے اوپر Super State کی حیثیت درحقیقت یہودی بینکرز کو حاصل ہے۔ موجودہ حالات میں عیسائیت پر فیصلہ کن غلبہ ''واسپ'' (White Anglo Saxon Protestants) کو حاصل ہے۔ جس کا مضبوط ترین گڑھ انگلستان اور امریکہ ہیں اور ان کے سر پر سوار یہودیوں کی بدنام زمانہ تحریک صیہونیت ہے۔

یہودیوں کی دو اور اہم ترین فتوحات ہیں۔ ان میں اولاً انہوں نے آنجہانی پوپ جان پال سے ایک فرمان جاری کروالیا کہ یہودی خداوند مسیح کو صلیب دینے کے مجرم نہیں ہیں اور ثانیاً انہوں نے عیسائیوں کے ذریعے عالم عرب کے قلب میں ایک ناجائز ریاست اسرائیل کا قیام کروالیا اور اس ریاست کے قیام میں انگلستان نے اہم کردار ادا کیا اور اس ریاست کے دوام اور بقاء کے لیے پوری دنیا کی عیسائی ریاستیں اس کی پشت پر ہیں اور قابل غور امر یہ ہے کہ کیتھولک مذہب کے مرکز ویٹی کن نے بھی اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور نتیجتاً یہود و نصاریٰ کا گٹھ جوڑ مکمل ہو گیا۔

نائن الیون کا واقعہ بھی سازشی یہودیوں کی کارستانی تھی اور انہوں نے بہت خوبصورتی کے ساتھ اسے بھی مسلمانوں کے کھاتے میں ڈال دیا اور امریکہ (باقی صفحہ 15 پر)

نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی اور حبِ الٰہی

عتیق الرحمٰن صدیقی

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی حسن اعتدال اور توسط وتوازن کے نقطۂ کمال سے عبارت تھی۔ ان کے ہاں رب ذوالجلال کی جلالت وکبریائی کا جلوہ بھی ضوفشاں تھا اور حب الٰہی کا جذبہ بھی پورے اہتمام کے ساتھ موجود تھا۔ گویا حامل شریعت کی ذات مبارکہ میں یہ دونوں پہلو بیک وقت نمایاں تھے۔ وہ خوف وخشیت الٰہی کی تعلیم بھی دیتے تھے اور اللہ کی محبت سے سرشار ہونے کی بناء پر اللہ کے بندوں کو اس کی محبت کی طرف بھی بلاتے تھے۔ قرآن حکیم نے اہل ایمان کے اسی وصف کو بیان کیا ہے: ''جو ایمان لائے ہیں ان کو سب سے زیادہ اللہ پیارا ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ راتوں کو دیر تک نماز میں کھڑے رہتے' یہاں تک کہ پاؤں متورم ہو جاتے۔ جب اُن سے پوچھا جاتا کہ جب آپؐ کی مغفرت ہو چکی تو پھر اس زحمت کی ضرورت کیا ہے' تو آپؐ جواب میں فرماتے کہ ''کیا میں اللہ کا شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں''۔ رات کے گہرے سکوت میں کبھی آپؐ دعا وزاری میں مصروف ہو جاتے اور گاہے قبرستان کی طرف نکل جاتے' فرماتے کہ نصف رات کے اس سناٹے میں اللہ آسمانِ دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے (بخاری)۔ رات کی اس عبادت کا خاتمہ صبح کی دو رکعتوں پر ہوتا تھا' جن کی نسبت حضور ﷺ فرماتے کہ ''ان کے معاوضہ میں دنیا و مافیہا کی نعمتیں بھی میرے سامنے ہیچ ہیں۔'' (مسلم' کتاب الصلوٰۃ)

رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے تو ایک عورت اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اے رسول محترم ﷺ! ایک ماں کو اپنے بچے سے جتنی محبت ہوتی ہے کیا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ نہیں ہے؟'' آپؐ نے فرمایا' ہاں بے شک ہے۔ اس نے کہا کہ کوئی ماں اپنے بچے کو آگ میں ڈالنا گوارا نہیں کرتی' آپؐ نے یہ الفاظ سنے تو فرط اثر سے انؐ پر گریہ طاری ہو گیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا' خدا صرف اس بندہ کو عذاب دے گا جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ بحوالہ سیرت النبی از شبلیؒ)

ایک دفعہ آپؐ صحابہؓ کی مجلس میں تشریف فرما تھے ایک صاحب ایک پرندے کو اس کے بچوں سمیت چادر میں لپیٹے ہوئے لائے اور کہا کہ اے نبی کریم ﷺ! میں نے ایک جھاڑی سے ان بچوں کو اٹھا کر لپیٹا ہے' اس کی ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی' میں نے ذرا کپڑا کھولا تو وہ فوراً اپنے بچوں پر گر پڑی' آپؐ نے فرمایا کہ ''کیا اپنے بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت پر تم کو تعجب ہے' قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے' اللہ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ محبت ہے۔'' (مشکوٰۃ شریف)

دنیا کی تمام محبتیں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سامنے آپؐ کے لئے کوئی وقعت اور قدر و قیمت نہیں رکھتی تھیں۔ آپؐ وفات سے پانچ دن پہلے صحابہؓ کی ایک جماعت سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ''میں اللہ کے سامنے اس بات سے برأت کرتا ہوں کہ تم

> نبی کریم ﷺ راتوں کو دیر تک نماز میں کھڑے رہتے' یہاں تک کہ پاؤں متورم ہو جاتے۔ جب پوچھا جاتا کہ آپؐ کی مغفرت ہو چکی' پھر اس زحمت کی ضرورت کیا ہے' تو جواب میں فرماتے ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''

میں سے (یعنی انسانوں میں سے) کوئی میرا دوست ہو۔ اللہ نے مجھے اپنا دوست بنایا' جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو اس نے اپنا دوست بنایا تھا۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بنا سکتا تو ابوبکرؓ کو بناتا'' (مسلم)۔ وفات کے وقت بھی حضور ﷺ کی زبان مبارک پر جو جملہ بار بار ادا ہو رہا تھا وہ بھی تھا ''خدایا صرف رفیق اعلیٰ مطلوب ہے۔'' حضرت علیؓ سے ایک روایت میں نبی ﷺ کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ آپ کا طریقہ کیا ہے۔ آپ نے سترہ طریقے بیان فرمائے ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ''محبت میری بنیاد ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اثبات محبت کے متعلق قرآن حکیم میں فرمایا: یہ لوگ غیروں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے مگر جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں زیادہ محکم ہیں۔ (البقرہ:165)

سچے ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اللہ کی محبت سب محبتوں پر غالب رہے۔ مادر و پدر' دختر و پسر' برادر و خواہر' خویش و قبیلہ' تجارت و منفعت کی محبت اللہ کی محبت پر غلبہ نہ پا سکے۔ فرمایا:

''اے نبی: کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں' تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔'' (التوبہ:24)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اس کا اپنے بندوں پر حق ہے کہ وہ اس سے محبت کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ''اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو اسلام میں لے آئے گا جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہوں گے۔'' اور اللہ کی محبت تب ہی ممکن ہے کہ اس کے بندے وہی عمل کریں جو اس کو پسند ہیں' نبی اکرم ﷺ کی اتباع کریں' آپ کی پاکیزہ زندگی کو نمونہ عمل بنائیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو پھر اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو' اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا' صاحب رحمۃ للعالمین کہتے ہیں کہ

- اللہ تعالیٰ سے محبت کی حقیقت معلوم کرنی ہو تو اس کے لئے ایک ہی لفظ بیان کر دینا کافی ہے' وہ عبودیت ہے۔ یہی محبت یا عبودیت جملہ محاسن اعمال کا سرچشمہ ہے۔
- محبت ہی سے انابت الی اللہ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور محبت ہی خوف و رجا کا معدن ہے۔ محبت ہی ہے جو انسان کو کبھی مقام رضا پر اور کبھی مقام شکر پر متمکن کر دیتی ہے۔
- محبت ہی قوت القلوب ہے۔ محبت ہی غذاء الارواح ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی ہے اور محبت ہی بقا کو تخت ارتقاء پر بٹھاتی ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم)

محبت ایک جبلی رجحان ہے' اسلام جسے ایک مثبت جہت عطا کرتا ہے اور یہ ایک ایسی اساس ہے جس سے مختلف انسانی رشتوں میں ربط و استحکام پیدا ہوتا ہے اور صحت مند معاشرہ کی تشکیل کا منشا پورا ہوتا ہے' انبیائے کرام علیہم السلام ہر دور میں اس لئے تشریف لائے کہ وہ انسانوں کو سیدھی راہ پر گامزن کریں اور تعلیم و تربیت کے ذریعے جبلی رجحانات کو افراط و تفریط سے بچائیں' حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصود بھی یہی تھا کہ وہ بندوں کو حقیقی معنوں میں اس کا بندہ بنائیں اور اُس کے دین حق کو ادیان باطلہ پر غالب کریں۔

بانیٔ پاکستان نے کہا: میرا پیغام قرآن ہے
قرارداد مقاصد کی منظوری سے ملک میں آئینی طور پر نظام خلافت کی بنیاد رکھ دی گئی ہے
روشن خیالی کے نام پر نظریۂ پاکستان سے انحراف کی راہیں تلاش کی جا رہی ہیں

”علامہ اقبال، قائداعظم اور نظریۂ پاکستان“

کے موضوع پر بانی تنظیم اسلامی محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** مدظلہ کے ایوان اقبال لاہور میں خصوصی خطاب کا خلاصہ

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے ایوان اقبال لاہور میں ”علامہ اقبال، قائداعظم اور نظریہ پاکستان“ کے موضوع پر خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور اس نظریے کی اساس اسلام ہے، لیکن بدقسمتی سے ہمارے چند دانشور اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور روشن خیالی کے نام پر نظریہ پاکستان کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ پاکستان کی بقا اور استحکام صرف اور صرف اسلام سے وابستگی میں ہے۔ اگر ہم پاکستان کی نظریاتی اساس مستحکم کر لیں تو پاکستان دنیا کا مضبوط ترین ملک بن سکتا ہے۔

اسلامی ریاست کے قیام کے لیے محمد علی جناح نے 1937ء سے 1947ء تک بھرپور جدوجہد کی جس کی وجہ سے قوم نے محمد علی جناح کو قائداعظم کا خطاب دیا۔ دراصل مسلم لیگ میں احیائے اسلام کا مثبت جذبہ علامہ اقبال نے پیدا کیا۔ انہوں نے اپنی انقلابی شاعری کے ذریعے اسلام کے انقلابی فکر کو عام کیا اور خطبہ الٰہ آباد میں فکرِ اسلامی کو انتہائی منظم، فلسفیانہ اور عمرانیات کے اصولوں کے مطابق مدلل انداز میں پیش کیا۔ انہی کے زیر اثر قائداعظم نے مختلف مواقع پر مجوزہ ریاست پاکستان میں اسلام کے نفاذ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ”مسلم لیگ کا جھنڈا نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا ہے۔“ ”اسلام کا قانون دنیا کا بہترین قانون ہے“ ایک موقع پر کہا کہ ”میرا پیغام قرآن ہے“ قائداعظم کی کوششوں کی بدولت ہی مسلم لیگ عوامی جماعت بنی۔ قیام پاکستان کے موقع پر ہندو مسلم کشاکش انتہا کو پہنچ گئی۔ تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت کے موقع پر ہندوؤں نے مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ توڑ دیے۔ ان حالات میں پاکستان کا قائم ہو جانا خاص مشیت ایزدی کا مظہر تھا۔

قیام پاکستان کے بعد قرارداد مقاصد پاس کی گئی جس میں اللہ کی حاکمیت کے اقرار سے ملک میں قانونی طور پر

مرتب: فرقان دانش خان

خلافت کی بنیاد پڑ گئی۔ لیکن ہمارے بعض دانشور قائداعظم کی 11 اگست 1947ء والی تقریر کے ایک جملے کو بنیاد بنا کر پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کی باتیں کر رہے ہیں جو قائداعظم کی تحریک پاکستان کے حوالے سے تمام مساعی کو خاک میں ملانے کے مترادف ہے۔ 1940ء سے 1947ء تک قائداعظم نے سو (۱۰۰) سے زائد مواقع پر پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کی بات کی۔ جبکہ قیام پاکستان کے بعد اپنی وفات تک چالیس سے زیادہ مواقع پر قرآن اور شریعت کو پاکستان کا دستور قرار دیا۔ لیکن ہمارے حکمران اور دانشور بانی پاکستان کے ان فرمودات کو فراموش کر کے نظریہ پاکستان کے بارے میں خلط مبحث کی صورت پیدا کرتے رہتے ہیں۔ انہی مغالطوں کی وجہ سے ہم نے ملک میں نفاذِ اسلام کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں کی؛ جس کے لیے ہم سب مجرم ہیں۔ ہم نے اپنی معیشت کو سودی نظام پر استوار کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ اپنی زراعت جاگیرداروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دی؛ جس سے ملک میں معاشی ناہمواری پیدا ہوئی۔

اس وقت ہمیں دوطرفہ یلغار کا سامنا ہے۔ ایک طرف مغربی فکر کی یلغار ہے اور دوسری طرف بھارت کی ثقافتی یلغار۔ اسلام سے انحراف کے نتیجے میں ہم میں نفاق پیدا ہو گیا۔ اسی نفاق باہمی کے نتیجے میں 1971ء میں پاکستان دولخت ہو گیا۔ صوبائی عصبیت کی وجہ سے ہمارے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ اخلاقی سطح پر بھی ہمارا دیوالیہ نکل چکا ہے۔ پاکستان کا دستور منافقت کا پلندہ بن چکا ہے جس میں اسلام موجود ہے لیکن وہ شقیں غیر مؤثر ہیں۔ اپنی نظریاتی اساس سے رشتہ کاٹ کر آج پاکستان اپنا جواز کھو چکا ہے۔

ہمارے انہی اجتماعی جرائم کا نتیجہ ہے کہ ہم امریکہ کے دباؤ کی وجہ سے انڈیا کے آگے جھکتے جا رہے ہیں۔ لچک کے نام پر پاکستان کو بھارت کا تابع بنانے کی (باقی صفحہ 15 پر)

ایوان اقبال لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد خطاب فرما رہے ہیں۔ سامعین ہمہ تن گوش ہیں۔

افریقہ کا دیو: نائیجیریا

سید قاسم محمود

پچھلی قسط میں ہم بتا چکے ہیں کہ مغربی افریقہ میں نائیجیریا ایک ایسا ملک ہے جو پاکستان و ہند کی طرح برطانوی سامراج کے زیر تسلط تھا۔ نائیجیریا کی موجودہ آبادی تقریباً پندرہ کروڑ ہے جس میں مسلمانوں کی تعداد نصف کے لگ بھگ ہے اور مسلم اکثریت کے علاقے اپنے رقبے اور آبادی میں نصف سے زیادہ نائیجیریا پر مشتمل ہیں۔ اس علاقے میں اسلام گیارھویں صدی میں پھیل چکا تھا۔ یہ وہی زمانہ ہے جب پاکستان اور ہندوستان میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ موجودہ نائیجیریا کی سب سے بڑی ریاست بورنو' جو شمال مشرق میں واقع ہے' کانم کی سلطنت ہی کا ایک حصہ تھی۔ دوسرے شمالی حصوں میں بھی چودھویں صدی میں اسلام پھیل چکا تھا اور لامذہب ہاؤسا ریاستوں کے کئی حکمران مسلمان ہو چکے تھے۔ سولھویں صدی تک صحرائے اعظم کے جنوب کے ساحلی علاقے کو چھوڑ کر باقی نائیجیریا فولانی قبیلے کی مختلف ریاستوں میں منقسم تھا' جن پر انگریزوں نے یکے بعد دیگرے آسانی سے قبضہ کر لیا اور 1903ء تک انہوں نے پورے نائیجیریا کو اپنے تسلط میں لے لیا۔ اس نئی مملکت کو انگریزوں نے دریائے نائیجر کی نسبت سے' جو اس ملک کے وسط سے گزرتا ہے' نائیجیریا کا نام دیا۔ برطانوی حکومت نے نائیجیریا کو انتظامی لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک شمالی حصہ' دوسرا جنوبی۔ 1939ء میں جنوبی حصے کو مزید دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا: مشرقی علاقہ اور مغربی علاقہ

شمالی علاقہ جو پورے نائیجیریا کے تین چوتھائی رقبے اور 58 فیصد آبادی پر مشتمل تھا' اُس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ مغربی علاقے میں جہاں یوروبا نسل کے باشندوں کی اکثریت ہے' مسلمانوں کی تعداد ایک تہائی تھی' لیکن اکثریت کسی بھی مذہب کے پیروؤں کو حاصل نہ تھی۔ مشرقی علاقے میں جہاں ایبونسل کے باشندوں کی اکثریت تھی' عیسائیت کا زور تھا۔ ان تینوں علاقوں کو وہاں کے سب سے بڑے تین قبیلوں کی نسبت سے ہاؤسالینڈ' یوروبا لینڈ اور ایبولینڈ بھی کہا جاتا تھا۔

انگریزوں نے نائیجیریا کے کچھ حصے کو براہِ راست اپنے انتظام میں لے لیا تھا اور کچھ حصوں میں مقامی حکومتوں کو برقرار رکھا تھا۔ شمال میں ان مقامی حکومتوں کی تعداد تیس تھی اور یہ سب مسلمان تھیں۔ ان مقامی حکومتوں یا ریاستوں کے حکمران امیر کہلاتے ہیں۔ رقبے میں بورنو اور آبادی میں کانو سب سے بڑی ریاستیں ہیں۔ انگریزوں اور ان ریاستوں کے امیروں کے درمیان جو معاہدے ہوئے تھے' اُن کی رُو سے برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ ان ریاستوں میں مسلمانوں کے مذہبی معاملات اور اُن کے مروجہ قوانین میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔

تحریکِ آزادی

1946ء نائیجیریا کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سال ملک کے تینوں حصوں میں علاقائی اسمبلیاں قائم کی گئیں اور مرکز میں مجلسِ قانون ساز قائم ہوئی۔ اس کے بعد جو سیاسی جدوجہد شروع ہوئی' اُس میں نائیجیریا کے مسلمانوں نے جداگانہ حیثیت سے حصہ نہیں لیا۔

> احمد وبلو ایک دیندار مسلمان تھے۔ انہیں نائیجیریا میں اسلام کی اشاعت و توسیع سے گہری دلچسپی تھی اور اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک انجمن قائم کی تھی' جس کی کوششوں سے ہزاروں لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے

یہ جدوجہد زیادہ تر علاقائی اور نسلی بنیاد پر ہوئی۔ لیکن شمال میں چونکہ مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں کی قیادت تقریباً پوری کی پوری مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی' اس لیے شمال کی سیاست ایک طرح سے مسلمانوں کی سیاست بن گئی۔

شمالی نائیجیریا کے مسلمانوں کو نئی آئینی اصلاحات کی وجہ سے کئی خطرے تھے۔ مرکزی اسمبلی میں شمال کو تناسب سے کم نمائندگی دی گئی تھی اور شمال والے اکثریت میں ہونے کے باوجود اسمبلی میں اقلیت میں تھے۔ علاوہ ازیں جنوب کے لوگوں میں سیاسی شعور زیادہ تھا' اس لیے مرکزی سرکاری ملازمتوں پر بھی وہی چھائے ہوئے تھے۔ چونکہ نائیجیریا کے ساحلی علاقے انگریزوں کے قبضے میں پہلے آئے تھے' اس لیے حکومت نے اُن پر زیادہ توجہ دی۔ چونکہ یہاں عیسائیوں کی آبادی پہلے ہی زیادہ تھی' اس لیے بھی انگریزوں نے اس علاقے کی ترقی پر خاص توجہ کی۔ اس کے علاوہ عیسائی تبلیغی ادارے بھی شروع ہی سے ان علاقوں میں سکول اور ہسپتال قائم کرنے میں مصروف رہے' جس کی وجہ سے نائیجیریا کے جنوبی علاقوں کو شمالی علاقے کی نسبت تعلیمی' سیاسی اور معاشی ترقی کے زیادہ مواقع میسر آئے۔ جنوبی علاقوں کے لوگوں کو انگریزی زبان سیکھنے' پڑھنے اور مغربی تہذیب اختیار کرنے میں بھی کسی قسم کی جھجک نہیں تھی' لیکن یہ باتیں دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح نائیجیریا کے مسلمانوں کے لیے آسانی سے قابلِ قبول نہیں تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ برعظیم کے مسلمانوں کی طرح شمالی نائیجیریا کے مسلمان بھی ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے اور جنوبی علاقوں کے مسیحی باشندے اقلیت میں ہونے کے باوجود سیاست' حکومت' تعلیم' کاروبار اور تجارت وصنعت پر اسی طرح چھا گئے' جس طرح ہندو قیامِ پاکستان سے قبل ان علاقوں کی پوری معیشت اور سماجی زندگی پر چھائے ہوئے تھے' جو اب پاکستان میں شامل ہیں۔ اس غیر مساوی ترقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے مسلم شمالی حصے اور غیر مسلم جنوبی حصے کے درمیان مستقل تصادم رہتا ہے۔

ان حالات کے پیشِ نظر شمالی حصے کے مسلمانوں کو خوف یہ تھا کہ ایک مرکزی حکومت کے تحت وہ جنوب والوں کے غلام بن کر رہ جائیں گے۔ اس اندیشے کے تدارک کے لیے شمال کے لوگوں نے حسبِ ذیل تین مطالبے پیش کیے:

1۔ ملک میں مرکزی وحدانی نظام کی بجائے وفاقی نظام قائم کیا جائے' جس میں ہر علاقے کو اندرونی خودمختاری حاصل ہو۔

2۔ وفاقی مجلس قانون ساز میں شمال کو آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے۔

3۔ ملک کی آمدنی ہر علاقے میں آبادی کے تناسب سے تقسیم کی جائے۔

ان مطالبات کی منظوری کی صورت میں چونکہ جنوب کی اجارہ داری میں فرق آتا تھا' اس لیے شمال کے ان مطالبات کی جنوب کے باشندوں نے شدت سے مخالفت کی' اور شمال اور جنوب کی یہ کشمکش اس حد تک پہنچ گئی کہ ایک مرتبہ شمال کے مسلم رہنما نے یہاں تک کہہ دیا: ''اگر جنوب کے لوگ متحدہ نائیجیریا چاہتے ہیں تو اُن کو اسلام قبول کر لینا چاہیے۔''

بہرحال 1957ء میں یہ کشمکش ختم ہو گئی۔ شمال کے تینوں مطالبات تسلیم کر لیے گئے اور نائیجیریا کے لیے وفاقی نظام قائم ہو گیا۔ 2 ستمبر 1957ء کو شمال کے مسلم رہنما ابوبکر تفاوابلیوا وفاقی نائیجیریا کے پہلے وزیراعظم مقرر ہوئے اور وہ اس عہدے پر 1966ء میں شہادت پانے تک فائز رہے۔ اسی سال یعنی 1957ء میں مشرقی اور مغربی علاقوں کو اندرونی خودمختاری دی گئی۔ شمالی علاقے کو 15 مارچ 1959ء کو

خودمختاری حاصل ہوئی اور یکم اکتوبر 1960ء کو ابوبکر کی قیادت میں نائیجیریا نے برطانیہ سے مکمل آزادی حاصل کر لی۔ اس کے بعد نئے آئین کی تیاری شروع ہوئی اور اس کی تکمیل کے بعد یکم اکتوبر 1964ء کو نائیجیریا کو ایک جمہوریہ قرار دے دیا گیا۔ ابوبکر وزیر اعظم رہے اور مشرقی علاقے کے ممتاز سیاسی رہنما ڈاکٹر ازکوئی' جو پہلے گورنر جنرل تھے' صدر جمہوریہ منتخب ہوئے۔

تحریک آزادی کے قائد

نائیجیریا کی آزادی کی جدوجہد میں جن رہنماؤں نے حصہ لیا' اُن میں احمد وبلو' ابوبکر تفاوا بلیوا' ڈاکٹر ازکوئی اور ایوولووو سب سے ممتاز ہیں۔ ڈاکٹر ازکوئی نسلاً ایبو ہیں۔ ایوولووو نسلاً یوروبا ہیں۔ احمد وبلو اور ابوبکر شمالی نائیجیریا کے ترجمان تھے' لیکن سب سے بڑی اور بااثر شخصیت احمد وبلو (وفات 1966ء) کی تھی۔ اُنہوں نے تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سوکوٹو میں معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ 1949ء میں شمالی علاقے کی اسمبلی کے رُکن منتخب ہوئے اور اس طرح اُن کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ 1952ء میں وہ ''شمالی عوام کی کانگریس'' کے صدر منتخب ہوئے جو نائیجیریا کی سب سے بڑی سیاسی جماعت تھی۔ اُن کو شمالی نائیجیریا کی ترقی سے اس قدر دلچسپی تھی کہ وفاق کی تشکیل کے بعد انہوں نے پورے ملک کی وزارتِ عظمیٰ پر شمالی نائیجیریا (مسلمانوں) کی وزارتِ عظمیٰ کو ترجیح دی اور ملک کے وزیر اعظم کا عہدہ اپنے نائب ابوبکر کے سپرد کر دیا۔ احمد وبلو کو انگریزی زبان پر عبور تھا اور وہ ''مائی لائف'' کے نام سے خودنوشت سوانح عمری کے مصنف تھے۔ یہ کتاب کیمبرج یونیورسٹی پریس سے شائع ہوئی تھی اور یہ شمال کے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کا ایک مستند ماخذ تھا۔ احمد وبلو ایک دین دار مسلمان تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کئی حج کیے' وہ چونکہ نائیجیریا میں اسلام لانے والے صوفی بزرگ ولی اللہ عثمان فودیو کی اولاد میں سے تھے اس لیے اُن کو نائیجیریا کے علاوہ مغربی افریقہ کے بڑے حصے میں مذہبی لحاظ سے بھی احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اُن کو نائیجیریا میں اسلام کی اشاعت و توسیع سے گہری دلچسپی تھی اور اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک انجمن قائم کی تھی' جس کی کوششوں سے ہزاروں لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے۔

احمد وبلو کے بعد مسلمانوں کی سب سے بڑی شخصیت ابوبکر تفاوا بلیوا مرحوم تھے۔ 1945ء میں انہوں نے لندن یونیورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن سے معلمی کی سند حاصل کی۔ 1951ء میں وہ شمالی اسمبلی کے رُکن منتخب ہوئے۔ 1952ء میں شمال میں وزیر تعمیرات ہوئے۔ اس کے بعد اُن کے پاس کوئی نہ کوئی وزارت برابر رہی' یہاں تک کہ 1950ء میں وہ وفاق نائیجیریا کے وزیر اعظم منتخب ہوئے اور آخر وقت تک اس عہدے پر فائز رہے۔ وہ انگریزی کے بہترین مقرر تھے۔ اُن کو نام و نمود سے کوئی دلچسپی نہ تھی' لیکن اُن کی دیانت' قوتِ فیصلہ اور ان تھک محنت نے اُن کو سارے ملک میں مقبول بنا دیا تھا۔

سیاسی جماعتیں

1966ء کے فوجی انقلاب سے پہلے نائیجیریا میں کئی سیاسی جماعتیں موجود تھیں' لیکن اُن میں تین جماعتیں سب سے اہم اور بااثر تھیں۔ ان میں سب سے بڑی شمالی عوام کی کانگریس (این پی سی) تھیں۔ یہ جماعت 1941ء میں قائم کی گئی تھی۔ یہ جماعت شمال کے عوام کی ترجمان تھی جن میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں شامل تھے' لیکن چونکہ شمال میں مسلمانوں کی تعداد 75 فیصد تھی' اس لیے عملاً یہ جماعت مسلمانوں کی ترجمان بن گئی۔ 1958ء میں اس کی قومی مجلس عاملہ کے 74 ارکان میں 64 مسلمان اور نو عیسائی تھے۔ اس جماعت کا نعرہ تھا: ''ایک شمال' ایک قوم''۔

نائیجیریا کی دوسری بڑی سیاسی جماعت نائیجیریا کی قومی کونسل (این این سی) تھی۔ یہ جماعت مضبوط وفاقی حکومت کی حامی تھی۔ اس کے بانی ڈاکٹر ازکوئی تھے جو صحافت اور قوم پرستی کے بانی تھے۔ مجلس قانون ساز میں اس جماعت کے 89 نمائندے تھے۔ یہ جماعت اگرچہ کل نائیجیریا کی بنیاد پر کام کر رہی تھی' لیکن اس کا اثر مشرقی نائیجیریا تک محدود تھا۔ 1958ء میں اس کی قومی مجلس عاملہ کے 71 ارکان میں 55 عیسائی تھے اور صرف چھ مسلمان تھے۔ اس جماعت نے ابتدا میں این پی سی کے ساتھ مل کر حکومت چلائی' لیکن 1965ء کے انتخابات کے بعد الگ ہو گئی۔

نائیجیریا کی تیسری بڑی جماعت ایکشن گروپ تھی' جس کو عرف عام میں ''اے ڈبلیو او'' کہا جاتا ہے۔ یہ جماعت وفاق کی حامی تھی' جس میں صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری حاصل ہو اور مرکز کو کم سے کم۔ 1958ء میں اس جماعت کی وفاقی مجلس عاملہ میں مغربی علاقے کے 33 ارکان میں سے صرف تین مسلمان تھے اور مغرب کے بارہ وزیروں میں صرف دو مسلمان تھے۔

یوروبا مسلمانوں کی سیاسی جماعت کا نام ''نیشنل مسلم لیگ'' تھا جو انہوں نے اپنی شکایات کے ازالے کے لیے ایکشن گروپ سے الگ بنائی تھی۔ اُن کی شکایات یہ تھیں:

1. مسلمانوں کے دینی مدرسوں سے غفلت برتی جاتی ہے۔
2. تعلیمی اور دیگر مسلم اداروں کے لیے رقم مخصوص کرنے میں امتیاز برتا جاتا ہے۔
3. مدرسوں کے نصاب میں عربی نظام کی تعلیم شامل نہیں۔
4. مسلمان طلبہ کو وظائف کم دیئے جاتے ہیں۔
5. مسیحی سکولوں میں تعلیم کے ذریعے مسلمان بچوں کو عیسائی بنالیا جاتا ہے۔
6. اسمبلیوں اور سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو کم نمائندگی دی جاتی ہے۔

لیکن نیشنل مسلم لیگ زیادہ کامیاب نہ ہو سکی' کیونکہ دوسرے رہنماؤں اور جماعتوں نے سیاست میں مذہب کو لانے کی اس کوشش کی سختی سے مخالفت کی۔ تاہم مسلمانوں کی اس کوشش نے ''ایکشن گروپ'' کو مجبور کر دیا کہ گروپ میں مسلمانوں کو زیادہ نمائندگی دی گئی اور اُن کی بعض شکایات کا ازالہ کیا گیا۔

مرکزِ تنظیم اسلامی کی مرتب کردہ سالِ نو کی ڈائری

DIARY 2007

مع

ذاتی احتسابی اصلاح ڈائری

یہ ڈائری خاص طور پر رفقاء تنظیم اسلامی کے لئے تیار کی گئی ہے۔ سال 2007ء کی ڈائری کا کام دینے کے علاوہ یہ ذاتی احتسابی یادداشت بک کے متبادل کے طور پر بھی استعمال کی جا سکتی ہے

تعارفی قیمت -/75 روپے

ڈائری محدود تعداد میں پرنٹ کروائی گئی ہے لہٰذا پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر

اپنے **علاقائی تنظیمی مراکز** سے رابطہ کریں

براہِ راست مرکز سے منگوانے کیلئے اپنا آرڈر بذریعہ خط، ای میل یا فیکس بھیجیں

مرکز تنظیم اسلامی

67۔اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ فون: 6316638-6366638

فیکس: 042-6271241 ای میل: markaz@tanzeem.org

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ

ایک رفیق...... چار احباب

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا داعیانہ کردار

نبی کریم ﷺ کے چند نوجوان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک اہم نام حضرت مصعب بن عمیر ؓ کا بھی ہے' جنہوں نے کم عمری ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ قبول اسلام سے قبل حضرت مصعب ؓ کی زندگی غیر معمولی ناز و نعم میں بسر ہورہی تھی۔ بڑے خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد آپ کے لئے شام سے دو دو سو درہم کے جوڑے منگوا کر پہناتے تھے۔ ان کے کپڑے خوشبوؤں میں بسائے ہوئے ہوتے تھے اور جس گلی سے گزرتے تھے وہ گلی معطر و معنبر ہوجاتی تھی۔ ایک یہ زمانہ تھا۔ دوسرا وہ دور بھی تھا کہ جب آپؓ نے نبی کریم ﷺ کی دعوت اپنے والدین کی اطلاع کے بغیر قبول کرلی تو اسلام قبول کرتے ہی آپؓ کی زندگی یکسر بدل گئی۔ ابتلاء و آزمائش شروع ہوگئی۔

والدین کو اطلاع ہوئی کہ مصعبؓ نے باپ دادا کا دین ترک کردیا ہے۔ انہوں نے ڈرانے کے لئے کہا کہ یا تو باپ دادا کے دین و مذہب پر قائم رہو یا گھر سے نکل جاؤ۔ حضرت مصعبؓ نے گھر چھوڑ دیا اور حضور ﷺ کے پاس جانے لگے۔ گھر سے نکلتے ہوئے ان کے چچا نے کہا: مصعبؓ! یہ جو کپڑا زیب تن کئے ہوئے ہو یہ بھی اس مشرک باپ کی کمائی کا ہے' لہٰذا یہ بھی اُتار دو۔ اُنہوں نے جسم سے وہ کپڑا بھی اُتار دیا اور برہنہ گھر سے نکلے اور کسی طرح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ کی اسلام دشمنی حد سے زیادہ بڑھ چکی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے مشورے سے حضرت مصعبؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ کچھ ہی دنوں بعد واپس آگئے۔ اور جب بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر 12 افراد نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی' اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ کسی ایسے نوجوان ساتھی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہمیں قرآن پڑھنا سکھائے۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر عنایت مصعبؓ بن عمیر پر پڑی اور آپ ﷺ نے ان کو انہیں لوگوں کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ حضرت مصعبؓ نے ایک سال کے اندر اندر 72 لوگوں کو اسلام کی دعوت کے لئے تیار کرلیا اور بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں انہیں پیش کردیا اور کہا' اللہ کے رسول ﷺ یہ سال بھر کی کمائی ہے۔ جب ان کی زندگی نورِ توحید سے منور ہوگئی اور زندگی کی اصل حقیقت سمجھ میں آگئی تو ان کی زندگی اس شعر کے مصداق بن گئی۔

میری زندگی کا مقصد' تیرے دیں کی سرفرازی　　　میں اسی لئے مسلماں' میں اسی لئے نمازی

ہر نوجوان مسلمان کے لئے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی دعوتی زندگی ایک مثال ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ایک پیوند لگے ہوئے کپڑے میں گزرتے ہوئے دیکھا تو حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

غزوۂ اُحد کا منظر ہر اسلامی تاریخ جاننے والے کے سامنے ہے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شکل و صورت حضور ﷺ کی صورت سے بالکل مشابہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ کی شہادت پر یہ افواہ اڑا دی گئی کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے جو ذمہ داری حضرت مصعبؓ کو دی تھی' آپؓ نے زندگی کی آخری سانس تک اسے نبھایا۔ غزوہ اُحد میں علم حضرت مصعبؓ کے ہاتھ میں تھا۔ ایک ہاتھ کٹ گیا تو علم دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جب دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا تو دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں اور سینے کی مدد سے علم کو اُٹھائے رکھا۔ آخری سانس تک علم کو گرنے نہ دیا۔

زندگی دی دی ہوئی اسی کی تھی　　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن　　　نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

یہی نہیں بلکہ غزوۂ اُحد میں شہداء کی تدفین کے وقت حضرت مصعبؓ کا کفن جب چہرے پر ڈالا جاتا تو پیر کھل جاتے اور جب پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا سر کو ڈھک دو اور پیروں پر زرد گھاس ڈال دو۔

آپ حضرات حضرت مصعبؓ بن عمیر کی زندگی کا موازنہ ان کی پہلی زندگی سے کریں گے' تو اندازہ ہوگا کہ اصل کامیابی کا معیار کیا ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا جب کہ وہ اعلیٰ ترین لباسوں اور عیش و عشرت کی زندگی میں مگن تھے' مگر اسلام قبول کرنے کے بعد پوری زندگی بدل گئی۔ دین کے داعی بن کر دنیا کے عیش و آرام کو اعلیٰ نصب العین اور مشن پر قربان کردیا۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے' تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ　　　کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

منجانب: **مرکزی شعبۂ دعوت تنظیم اسلامی**

67۔ اے' علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو' لاہور۔ فون 6316638-6366638

ای میل markaz@tanzeem.org ویب سائٹ www.tanzeem.org

یہ کون بول رہا ہے خدا کے لہجے میں

اطہر مسعود

1982ء میں ایسے ہی حالات تھے۔ گدی پر بیٹھے 5 سال ہونے کے بعد جنرل ضیاء الحق کی اخبارات سے نہیں بَن رہی تھی۔ ایک رات لاہور آئے اور ائرپورٹ پر اخبار نویسوں سے ناراض ہو گئے کہ کسی نے پوچھ لیا "سُنا ہے' آپ کے فلاں گورنر استعفیٰ دے رہے ہیں۔" انہوں نے جو جواب دیا' اس کی بطور نیوز ایڈیٹر "جنگ" خبر کی مین سرخی آج بھی یاد ہے "جب تک مقاصد پورے نہیں ہوتے' نہ کسی کو جانے دوں گا' نہ کسی کو اُٹھنے دوں گا۔" اگلے دن شور مچ گیا "یہ کیا بکواس ہے۔" ہمارے رپورٹر کے پاس گفتگو کی ٹیپ موجود تھی' تو عرض کی "بکواس ہم نہیں' آپ فرما رہے ہیں" سو اپنی تمام تر خواہش کے باوجود جنرل ضیاء الحق اپنی منافقانہ مسکراہٹ سے آگے نہ جا سکے۔

قرآن میں جس ایک شخص کا سب سے زیادہ ذکر کیا گیا وہ فرعون ہے کہ اُس کا نام کوئی 74 بار لیا گیا ہے اور اگر قرآن میں ایسا ہے تو بلا وجہ نہیں ہو سکتا کہ علماء کی رائے میں اللہ تعالیٰ کا مقصد آئندہ دُنیا میں آنے والے بے سامان فرعونوں کو متنبہ کرنا تھا کہ ایسے "باسامان" فرعون کا یہ حال ہوا تو تمہارا کیا ہو گا؟ سورۃ المؤمن قرآن کی 40ویں سورت ہے۔ اُس کی 36ویں آیت میں کہا گیا کہ فرعون نے ہامان سے کہا کہ میرے لئے اونچا محل بناؤ جس پر چڑھ کر میں آسمان تک پہنچ جاؤں اور موسیٰؑ کے خدا کو دیکھ آؤں کہ میرے خیال میں تو وہ (نعوذ باللہ) بالکل جھوٹا ہے۔ کہتے ہیں کہ محل بنایا گیا اور پھر جو انجام ہوا وہ دہرانے کی ضرورت نہیں' لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ ہر دور میں حکمران اگرچہ فرعون کے نام سے نفرت کرتے لیکن "کارنامے" وہی انجام دیتے ہیں۔ کسی کو یاد نہیں رہتا کہ انجام کار کیا ہوا؟...... فرعون اور خدا میں فرق کیا ہے؟ "میں" کا' کہ یہ "میں" صرف اللہ کو سزاوار ہے اور بے شک وہ کہتے رہیں کہ بکری نہیں لیکن آج تک جتنے لوگوں نے بھی "مَیں مَیں" زیادہ کی آخر کار بکری ہی ثابت ہوئے۔

ہمیں نہیں پتہ کہ صدرِ مملکت کی تقریر کون لکھتے ہیں؟ لیکن جو بھی لکھتے ہیں کافی "سمجھ دار" ہیں۔ گوجرانوالہ کی تقریر میں فرما رہے تھے کہ: (1) میں عدلیہ کا احترام نہ کرتا تو معاملہ سپریم جوڈیشل کونسل میں نہ جاتا۔ (2) فیصلہ میں بھی مانوں گا اور باقی سب کو بھی ماننا پڑے گا۔ (3) فیصلے کا اعلان اُسی یا اگلے دن میں خود ٹی وی پر کروں گا۔ (4) بات اتنی چھوٹی نہیں' میرا منہ بند ہے۔ فیصلہ ہو لینے دیں' سب کا پول کھول دوں گا۔ (5) گُم شدہ لوگ عراق' افغانستان وغیرہ چلے گئے ہیں۔ میری حکومت لوگوں کو گھروں سے اُٹھانے پر یقین نہیں رکھتی...... یہ چند جملے تقریری ڈھیر کے چند دانے یا فارسی محاورے کے مطابق مُشتے از خروارے ہیں۔ اللہ اللہ! کیا یہ مٹی کے بنے ہوئے کسی انسان کا لہجہ ہے؟ اور شاید اِس خدائی لہجہ کا شاخسانہ یہ بھی ہے کہ انتہائی نرم گفتار آئی جی پنجاب "پروفیسر" احمد نسیم بھی "سر توڑنے" کی باتیں کر رہے ہیں۔

حکومت نے آزادیِ صحافت کا جو "قلعہ" سات سال میں تعمیر کیا تھا وہ تو سات دن بھی نہ نکال سکا۔ میڈیا پر پابندیوں کا فیصلہ کر لیا گیا۔ افسوس صرف اِس بات پر ہے کہ اِس مقصد کے لئے سپریم جوڈیشل کونسل کا کندھا استعمال کیا گیا۔ سپریم کورٹ کے سابق جج اور سندھ ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس وجیہہ الدین احمد تو ملک محمد قیوم کی اس رائے کو بالکل درست مانتے ہیں کہ سپریم جوڈیشل کونسل انتہائی اعلیٰ درجے کا معزز جوڈیشل ٹریبونل ہے۔ وہ نہ سپریم کورٹ ہے نہ ہائی کورٹ کہ توہین عدالت کا اختیار استعمال کر سکے' پتہ نہیں کس "ماہر" نے انہیں ایسی ایڈوائس جاری کرنے کا مشورہ دیا کہ خواہ مخواہ شکوک کی فضا قائم ہو گئی' کارروائی خفیہ رکھنے کا صِرف ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے کہ "مدعا علیہ" چیف جسٹس کی "سرِعام بے عزتی" نہ ہو' لیکن جب وہ خود اپنی "بے عزتی" کرانا چاہتے ہیں تو کونسل کو کیا اعتراض ہے؟ رہی بات کہ کونسل کی کارروائی خفیہ رکھنے کا رُول خود جسٹس افتخار محمد نے بنایا تھا تو سپریم جوڈیشل کونسل ایسا ادارہ ہے جو اپنے رُولز بنانے میں خود مختار ہے۔ اس مقصد کے لئے کوئی آئینی رکاوٹ نہیں۔ سپریم جوڈیشل کونسل جس ایڈوائس پر عمل کرانے کا اختیار ہی نہیں رکھتی وہ دینے کا فائدہ؟ پہلے حکومت نے چیف جسٹس کو غیر قانونی طور پر غیر فعال کر کے بعد میں کونسل کا کندھا استعمال کرنے کی کوشش کی۔ اب کونسل حکومت کا کندھا استعمال کر رہی ہے اور ہمیں یقین نہیں آ رہا کہ ملک کے اعلیٰ ترین عدالتی عہدیدار آئین میں دیئے "اطلاعات تک رسائی" اور "آزادیٔ اظہار کے حق" کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکتے ہیں۔ کامران خان کا پروگرام بھی حکمرانوں کو پسند نہیں آیا' حالانکہ سب کو پتہ ہے کہ اُن کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو عسکری حلقوں میں بہت IN سمجھے جاتے ہیں۔ سب کو سوچنا چاہیے کہ پریس ریلیزوں کا دور مہذب ملکوں میں تو کوئی 100 سال پہلے ختم ہو گیا تھا تو پاکستان میں بھی اِن حرکتوں کو ختم ہوئے 20 سال تو ہو ہی چکے ہیں۔ اب تو صدام حسین کا مقدمہ بھی لائیو چلتا ہے اور پریس ریلیزیں صِرف پینٹاگون جاری کرتا ہے اور وہ بھی گوانتاناموبے کی نام نہاد عدالتوں کی۔ اطلاعات تک رسائی سب کو ہونی چاہئے کہ پورے سسٹم کو آخری کندھا دینے کی نوبت نہ آئے۔

اگر سپریم جوڈیشل کونسل میں ایسے اَرکان موجود ہیں جن کے متعلق ریفرنس زیرِ التواء ہیں تو کیا ایسے ارکان پر غیر فعال ہونے کا حکم لاگو نہیں ہوتا؟ کیا ایسے ارکان کو از خود اِس کارروائی سے الگ نہیں ہو جانا چاہیے؟ اور کیا چیف جسٹس افتخار کے ریفرنس سے پہلے اِن ریفرنسز کی سماعت نہیں ہونی چاہیے۔ سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صبیح الدین احمد اور چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے وکیل منیر اے ملک مشترکہ طور پر ایک لاء فرم چلاتے رہے ہیں اور جسٹس صبیح کے صاحبزادے بیرسٹر صلاح الدین احمد اِس وقت اپنے والد کی جگہ مذکورہ فرم کے پارٹنر ہیں۔ کیا عدالتی طریق کار اور روایات کے برعکس وہ کونسل میں شامل رہیں گے؟ کالم مکمل ہونے تک یہ خبر تو آ چکی تھی کہ ریفرنس کی سماعت 21 مارچ تک ملتوی کر دی گئی ہے تاہم یہ پتا نہیں چل سکا کہ چیف جسٹس کے اعتراضات کا کیا ہوا' حالانکہ اس پر فریقین کے مستقبل کا دارومدار ہے۔

من اَرچہ در نظرِ یار خاکسار شُدم
رقیب نیز چُنیں محترم نہ خواہد ماند

جسٹس فخر الدین جی ابراہیم' اُس بحران کو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد سب سے بڑا بحران قرار دے کر میڈیا کو مشورہ دے رہے ہیں کہ "جان پر کھیل جاؤ۔" بات کرتے ہوئے جسٹس وجیہہ الدین احمد کی آواز بھرا جاتی ہے۔ سابق چیف جسٹس سجاد علی شاہ نئے آئینی انتظامات کی بات کر رہے اور سابق چیف جسٹس سعید الزماں صدیقی بھی پریشان دکھائی دیتے ہیں' لیکن کوئی اِن صاحبانِ انصاف سے یہ سوال نہیں کرتا اِس سارے بحران کا ذمہ دار کون ہے؟ حکومتیں تو یہ سب کچھ کرتی ہی ہیں' عدلیہ کا اپنا کردار کیا رہا ہے۔ اگر ایوب خان' یحییٰ خان اور جنرل ضیاء الحق کے خلاف آئین کی دفعہ 6 کے تحت کارروائی نہیں ہوئی تو جسٹس منیر سے لے کر جسٹس ارشاد تک کیا' کسی بھی جج کے خلاف مِس کنڈکٹ کا ریفرنس

نہیں بنا تھا؟ سوالات بہت سے ہیں' چیف جسٹس افتخار محمد چودھری سے بھی پوچھا جانا چاہیے کہ اُنہوں نے عام لوگوں کو انصاف دیتے وقت بڑے بڑے سیاسی معاملات کو کیوں خارج کر دیا۔ اگر وہ اُس وقت بھی اتنی ہی بہادری دکھاتے جتنی اب دکھا رہے ہیں تو اُن کا بال بھی بیکا نہ ہوتا۔ اور لوگ تو یہ بھی پوچھتے ہیں کہ ماضی میں ہماری اعلیٰ عدالتوں نے آمروں کا کیا بال اُکھاڑ لیا کہ اب کچھ توقع رکھی جائے...... لوگ ججوں' جرنیلوں اور جرنلسٹوں کے احتساب کی بات کرتے رہے۔ کسی جرنیل کا تو آج تک کچھ نہیں ہوا' ایک جج کا ہونے لگا تو شور مچ گیا۔ جرنلسٹوں کی زبان بندی کر کے کیا پیغام دیا جا رہا ہے؟ حکومتی دسترخوانوں سے ہڈیاں چچوڑنے والے چند لوگوں کو چھوڑیں کہ سرکاری "شوربے" کا ذائقہ اُن کے منہ سے نہیں چھٹے گا...... عام جرنلسٹ تو قرآن پاک کی آیت "نٓ ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ" کے امین ہیں اور

لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خوں چکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

کے مصداق اپنا کام کرتے ہی رہیں گے' لیکن اُن کو روکنے والے حال سے نہیں تو ماضی سے ہی سبق سیکھ لیں کہ وقت گزر جانے کے بعد یاد آنے والا مُکا کسی اور کے منہ پر نہیں لگتا۔

اسلام آباد پولیس سب سے بڑے میڈیا گروپ کے دفاتر میں گھس کر صحافیوں کو "قومی مفاد" سمجھا رہی ہے اور شاباش ہے جناب محمد علی دُرانی پر کہ فرما رہے ہیں ملک میں امن وامان کی صورتحال کہیں خراب نہیں ہوئی۔

لاہور کے نیلا گنبد' مال روڈ' اسلام آباد کی شاہراہ دستور' سپریم کورٹ بلڈنگ اور باقی ملک میں جو مناظر کل ساری دُنیا نے دیکھے کیا یہ حکمرانوں کو نظر نہیں آ رہے۔ اگر ہمارے کچھ حکمران 1968ء میں چھوٹے تھے تو بڑوں کو اُنہیں اُس وقت پیش آنے والے حالات اور انجام سے باخبر کرنا چاہیے۔ گرفتاریاں' نظر بندیاں' آنسو گیس' لاٹھی چارج' کمانڈوز' ہیلی کاپٹرز' دفعہ 144' بکتر بند گاڑیاں' پتھراؤ' تشدد' رینجرز' لہو اور ربڑ کی گولیاں...... یہ سب تجربے ماضی میں ہو چکے ہیں۔ ماضی کی غلطیاں دُہرانے کے بجائے نئے تجربے کیے جائیں تو شاید کسی کو اعتراض نہ ہو...... کوئی یہ تو سوچے کہ حکومت کا "ملزم" جو اپوزیشن میں بھی کوئی بہت مقبول نہ تھا' کس طرح عوام کا ہیرو بن گیا۔ سفید ڈاڑھیوں والوں' خواہ وہ قاضی حسین احمد ہوں یا سابق صدر وسابق جج سپریم کورٹ رفیق تارڑ کو گھسیٹ کر کسی نے نیک نامی نہیں کمائی...... فاروق لغاری کہ حکومت میں شامل ہیں اُن کو تو وہ منظر ضرور یاد ہو گا جب وہ لہولہان راولپنڈی میں بےنظیر کی گاڑی کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔

ہمیشہ یونہی اُلجھتی رہی ہے ظلم سے خلقت
نہ اُن کی ہار نئی ہے نہ اپنی جیت نئی

وسیم سجاد تو لگتا ہے دامن بچا گئے' لیکن خالد رانجھا نے شاید قانونی اور جمہوری برادری کے بجائے آخری تعلق جاٹ اور فوجی برادری سے رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ فوجی حکومت کی وزارت کا ایک "جھونٹا" ہی اُنہیں ابھی تک نہیں بھولا

ہوئی پھر امتحانِ عشق کی تدبیر بسم اللہ
ہر اک جانب مچا کُہرام دار و گیر بسم اللہ
گلی کوچوں میں بکھری شورشِ زنجیر بسم اللہ
درِ زنداں پہ بلوائے گئے پھر سے جنوں والے
دریدہ دامنوں والے' پریشاں گیسوؤں والے
جہاں دردِ دل کی پھر ہوئی توقیر بسم اللہ
ہوئی پھر امتحانِ عشق کی تدبیر بسم اللہ
گنو سب داغ دل کے' حسرتیں شوقیں نگاہوں کی
سرِ دربار پُرسش ہو رہی ہے' پھر گناہوں کی
کرو یارو شمارِ نالۂ شب گیر بسم اللہ
ستم کی داستاں' کشتہ دلوں کا ماجرا کہیے
جو زیرِ لب نہ کہتے تھے' وہ سب کچھ برملا کہیے
مُصر ہے محتسب رازِ شہیدانِ وفا کہیے
لگی ہے حرفِ ناگفتہ پہ اب تعزیر بسم اللہ
سرِ مقتل چلو بے زحمتِ تقصیر بسم اللہ
ہوئی پھر امتحانِ عشق کی تدبیر بسم اللہ

(بشکریہ روزنامہ "جناح")

بقیہ: امریکہ' اسرائیل گٹھ جوڑ

نے اس واقعہ کو بنیاد بنا کر پوری دنیا کے امن کو خطرے سے دوچار کر دیا۔ ان دونوں مذاہب کے تاریخی تجزیے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا کے ازلی دشمن یہودی عیسائیوں کو مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور دونوں مذاہب نے اس وقت پوری دنیا اور بالخصوص عالم اسلام کے امن کو تہہ وبالا کیا ہوا ہے۔ عیسائیت کا امام امریکہ یہود کے زیر اثر عالم اسلام کے خلاف سازشیں کر رہا ہے اور امریکہ کی کوشش ہے کہ اسلام کو ختم کر دیا جائے اور مسلمان ملکوں اور قوم کو اپنا باجگزار بنا لیا جائے۔ عیسائیوں میں اسلام دشمنی اور یہود نوازی میں ایک گروپ پروٹسٹنٹ ہیں۔ خاص طور پر The Baptists اور The Evenglists ہیں اور ان کی امریکہ میں اکثریت ہے اور یہ یہودیوں سے بڑھ کر اسرائیل کے حمایتی ہیں اور یہودیوں کی طرح یہ بھی چاہتے ہیں کہ "آرمیگاڈان" (تیسری عالمگیر جنگ) جلد از جلد ہو۔ اس جنگ کے لیے اسرائیل امریکہ کو آلہ کار بنا کر عالم اسلام پر چڑھائی کر چکا ہے اور وہ عالم عرب کو تو تقریباً فتح کر چکے ہیں' صرف ایک کانٹا ملک عراق اور اس کا صدر صدام حسین تھا اور ان دونوں کو وہ عبرت کا نشان بنا چکے ہیں۔

جیو ورلڈ آرڈر کے راستے میں ایک رکاوٹ افغانستان تھا' جہاں پر طالبان نے شریعت کے نام پہ حکومت قائم کی تھی۔ اس فاقہ کش قوم کو بھی امریکہ نے نت نئے بموں سے قبرستان بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں ایران اور پاکستان اب آخری چٹان ہیں۔ پاکستان کا حکمران طبقہ تو پوری طرح امریکہ کے شکنجے میں ہے جبکہ عوام میں ابھی تک بغاوت کا عنصر باقی ہے۔ اور ان باغیوں کو ہمارے حکمران اور امریکہ مقامی طالبان کا نام دے کر آئے روز ختم کر رہے ہیں اور ان کے خاتمے کے لیے پاکستان کی سرزمین امریکہ اور نیٹو کی افواج کے لیے بھی کھلی شکارگاہ بنی ہوئی ہے۔ پاکستان کے صاحبانِ علم ودانش ایک عرصہ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ امریکہ کے لیے سب کچھ کرنے کے باوجود ہم اس زعم میں مبتلا نہ ہوں کہ ہماری باری نہیں آئے گی۔ ہماری باری آئے گی کیونکہ پاکستان کا ایٹمی اثاثہ اسرائیل اور اس کے ایجنٹ امریکہ اور بھارت کی آنکھ کا کانٹا ہے لہٰذا وہ اسے بہرصورت میں تباہ و برباد دیکھنا چاہتے ہیں مگر ابھی ان کی ڈپلومیسی یہ ہے کہ پہلے ایران سے نمٹ لیں۔ اس لیے کہ وہ خلیج کے دہانے پر بیٹھا ہوا ہے اور اسی کے نام پر خلیج فارس (Persian Gulf) کہلاتی ہے اور یہاں پر وسیع وعریض تیل کے ذخائر ہیں لہٰذا امریکہ پہلے ایران سے نمٹنا چاہتا ہے اور پاکستان کے بارے میں تو ان کا خیال ہے کہ یہ ویسے بھی ہماری جیب میں ہے لہٰذا اس سے جب چاہیں بعد میں نمٹ سکتے ہیں اور رہی سہی کسر بھی پوری کر سکتے ہیں۔

(شائع شدہ روزنامہ "جنگ")

تنظیمی اطلاعات

☆ امیر حلقہ لاہور نے رفیق تنظیم کاشف بلال کو حلقہ لاہور کا قائم مقام ناظم دعوت مقرر کیا ہے۔ وہ حسن ظہیر کی عدم موجودگی میں مقامی تنظیم کے ناظمین دعوت سے رابطہ رکھیں گے اور حسن ظہیر سے بھی رابطہ میں رہیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مقامی تنظیم سمن آباد کے ناظم دعوت کی ذمہ داری بھی نبھائیں گے۔

☆ امیر حلقہ نے منفرد اسرہ شیخوپورہ کو دو اسرہ جات میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک اسرہ "اسرہ شہر شیخوپورہ" اور دوسرا "اسرہ شیخوپورہ پرانا شہر" کہلائے گا۔ اول الذکر اسرہ کے نقیب حماد خالد فیاضی ہوں گے اور مؤخر الذکر اسرہ کے نقیب شاہ نواز ہوں گے۔ جب کہ قیصر جمال فیاضی ان دونوں اسرہ جات کے نقیب اعلیٰ ہوں گے۔ نقیب اعلیٰ کی ذمہ داری میں منفرد رفقاء سے رابطہ بھی شامل ہے (جو کہ ننکانہ اور جمبراں میں رہتے ہیں)۔

☆ کیازائدازضرورت فلیٹ پرزکوٰۃ ادا کرنا ہوگی؟ ☆ کیا مسجد میں آرام کرنا اور سونا جائز ہے؟

☆ سیرت‘ اسوہ حسنہ اور سنت میں باہمی ربط اور ان میں فرق کیا ہے؟

☆ اسلام کی رُو سے مختلف قسم کی تجارتوں میں کتنے فی صد منافع لیا جا سکتا ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: میں نے بچت کر کے کچھ رقم جمع کی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ جب رقم اتنی جمع ہو جائے گی تو کوئی چھوٹا فلیٹ خرید لوں گا۔ کیا مجھے اس رقم پر بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟ (صادق)

ج: اگر تو آپ کے پاس اپنی ملکیتی رہائش نہیں ہے اور آپ اس رقم سے اپنی ذاتی رہائش کے لیے یہ فلیٹ خریدنا چاہتے ہیں تو اکثر علماء کے نزدیک اس رقم پر زکوٰۃ نہیں ہوگی‘ لیکن اگر آپ کے پاس اپنی ذاتی رہائش پہلے سے موجود ہے یا آپ تجارتی بنیادوں پر اس فلیٹ کو خریدنا چاہتے ہیں تو اس فلیٹ پر آپ کو زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

س: کیا مسجد میں آرام کرنا اور سونا جائز ہے؟ (وسیم عباس)

ج: مسجد میں سونا یا آرام کرنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: كنا في زمن رسول اللهﷺ فنام في المسجد نقيل فيه و نحن شاب‘ یعنی ”ہم اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں مسجد میں سو جاتے تھے اور اس میں قیلولہ کرتے تھے جبکہ ہم نوجوان تھے“۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے کہ اَصحاب صفہ‘ حضرت علیؓ‘ صفوان بن امیہ اور صحابہؓ کی ایک جماعت مسجد میں سو جاتی تھی۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ جب مشرک مسجد میں رات گزار سکتا ہے تو مسلمان کے لیے تو بالاولیٰ جائز ہے۔ امام شافعیؒ کا اشارہ ثمامہ کی طرف ہے جس کو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔

س: اسلام کی رُو سے مختلف قسم کی تجارتوں میں کتنے فی صد منافع لیا جا سکتا ہے؟ (شوکت بلال)

ج: اسلام نے نفع کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ یہ منڈی کے حالات کی مناسبت سے کم و بیش ہو سکتا ہے۔ لیکن اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ جھوٹ اور دھوکہ کے ذریعے منافع کمانا حرام ہے۔

س: کیا بھوؤیں یا چہرے کے بال نوچنے سے اسلام میں ممانعت یا اس کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے؟ (نواز علی)

ج: ایک صحیح حدیث کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو اپنے چہرے کے بال نوچتی ہیں۔

س: سیرت‘ اسوہ حسنہ اور سنت میں باہمی ربط اور ان میں فرق کیا ہے؟ (خیر محمد)

ج: امام راغب اصفہانی نے اسوہ اور سیرت کی وضاحت اس طرح کی۔

اسوۃ: اُسْوَۃٌ یا اِسْوَۃٌ انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جس میں وہ دوسرے کا مُتَّبِع‘ (جس کی اتباع کی جائے) ہوتا ہے‘ خواہ وہ حالت اچھی ہے ہو بری‘ سرور بخش ہو یا تکلیف دہ۔ لہٰذا اسوۃ کا بنیادی معنی قابل تقلید حالت یا قابل تقلید نمونہ ہے۔

سِیْرَۃٌ: سیرت ایسی حالت کو کہتے ہیں جو کسی میں طبعی یا اکتسابی طور پر ہو‘ اور وہ اس پر زندگی بسر کرتا ہو مثلاً فلان حسن السیرۃ‘ فلاں کی سیرت اچھی ہے۔“ قرآن میں بھی یہ حالت کے معنی میں استعمال ہوا ہے سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی۔ لہٰذا اصطلاحاً سیرت سے مراد وہ حالت کہ جس پر آپؐ نے زندگی بسر کی‘ چاہے یہ حالت آپؐ کی طبعی ہو یا اکتسابی۔ طبعی سے مراد آپؐ کے مزاج کی مختلف حالتیں ہیں‘ مثلاً آپؐ نرم مزاج تھے۔ اکتسابی سے مراد وہ حالتیں ہیں جن کو آپ کوشش سے اپنی زندگی میں لائے مثلاً آپؐ وعدے کے پابند تھے۔ گویا سیرت سے مراد تو آپؐ کے حالات زندگی ہوئے‘ چاہے وہ طبعی ہوں یا اکتسابی‘ اور اسوہ سے مراد آپ کے وہ حالات زندگی جو قابل تقلید ہیں۔

سنت: اکثر فقہاء کے نزدیک سنت سے مراد آپؐ کے اقوال‘ افعال اور تقریرات ہیں۔ اس تعریف کے مطابق سنت اور سیرت میں یہ فرق ہوگا کہ سیرت میں تو آپؐ کے اقوال‘ افعال اور تقریرات کے ساتھ آپؐ کے پیدائشی یعنی طبعی اور اکتسابی اخلاق اور عادات و اطوار بھی شامل ہوں گے۔ لیکن یہ سنت کی تعریف میں شامل نہ ہوں گے۔ دوسری طرف محدثین نے سنت کی جو تعریف کی ہے‘ اس کے مطابق سنت اور سیرت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک سنت سے مراد آپؐ کے اقوال‘ افعال‘ تقریرات ہیں اور پیدائشی و اکتسابی اخلاق بھی اس میں شامل ہیں۔

حدیث: آپؐ کی سنت کو جب کوئی صحابی نقل کرتا ہے‘ (یعنی بیان کرتا ہے) تو یہ نقلِ سنت حدیث کہلاتی ہے۔ کیونکہ حدیث کا بنیادی مطلب ہے بیان کرنا‘ یعنی بیانِ سنت حدیث ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ احادیث سنن کے بیان اور نقل کرنے کا نام ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ رفیق تنظیم اسلامی نارتھ کراچی جناب عبدالوحید کنور کی خالہ زاد ہمشیرہ کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔

قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

ضرورت ڈرائیور

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں ایک سنجیدہ‘ بردبار اور احساس فرض رکھنے والے ڈرائیور کی ضرورت ہے۔ رفقاء تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔ اپنے کوائف درج ذیل پتہ پر ارسال فرمایئے۔

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو
67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔
فون:6366638-6316638

کالم ”تفہیم المسائل“ میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

24 فروری 2007ء کو تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام مسجد فاطمہ (کرسچن ٹاؤن) میں شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد ہوا۔ سب سے پہلے پرویز اکرام بھٹی نے ''نیکی کے قرآنی تصور'' پر سورۃ البقرہ کی آیت 177 کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ عادل قریشی نے سیرت صحابہؓ کے ضمن میں حضرت بلالؓ کی سیرت کو موضوع گفتگو بنایا۔ امیر تنظیم اسلامی سیالکوٹ جناب عبدالقدیر نے ''حقیقتِ نفاق'' کے ضمن میں سورۃ الحدید کی آیات 12 تا 15 کا درس دیا۔ انہوں نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں: بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' وعدہ کرتا ہے تو اُس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد عدنان مغل نے سورۃ العصر کے حوالے سے نجات کے کم از کم لوازم بیان کئے۔ اگلا خطاب خالد یعقوب کا تھا۔ انہوں نے قرآن کو سمجھنے کے درجے بیان کئے۔ خالد بھائی کے بعد عثمان منظور بٹ نے سورۂ حم السجدہ کی آیت 33 پر روشنی ڈالی۔ جنید نذیر نے سورۂ یوسف کے حوالے سے ایک مذاکرہ کروایا۔ اختتامی مذاکرہ کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: کلیم انجم)

تنظیم اسلامی حیدرآباد کے زیر اہتمام درس قرآن اور ماہانہ شب بیداری

ہر ماہ کے چوتھے اتوار کی شام تنظیم اسلامی حیدرآباد کے زیر اہتمام درس قرآن کی محفل منعقد ہوتی ہے۔ اِس پروگرام کے انعقاد میں کچھ عرصے سے تعطل رہا' تاہم تقریباً چار ماہ کے بعد 24 فروری 2007ء کو ایک بار پھر درس قرآن کا انعقاد ہوا۔ تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں کے امیر محترم نسیم الدین کی سرکردگی میں کراچی سے 21 رفقاء حیدرآباد تشریف لائے اور تنظیم اسلامی حیدرآباد کے دفتر (واقع قاسم آباد) میں ماہانہ درس قرآن بعنوان ''ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے'' کا انعقاد عمل میں آیا۔ یہ درس حلقہ کے ناظم دعوت جناب عامر خان نے دیا۔ درس کے اختتام پر مقامی امیر تنظیم اسلامی محترم شفیع اللہ لاکھو نے تنظیمی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی اور حاضرین کو تنظیم اسلامی میں شمولیت کی ترغیب دی۔ اس ماہانہ درس قرآن میں حیدرآباد کے تقریباً تمام رفقاء نے شرکت کی اور مقامی احباب بھی شریک ہوئے۔ مجموعی طور پر 200 مرد اور 30 خواتین اِس درس سے مستفید ہوئے۔ بعدازاں عشائیہ کا بندوبست کیا گیا تھا۔

عشائیہ کے بعد رفقاء و احباب کوثری سائیٹ کی مسجد میں بغرض شب بیداری روانہ ہوئے جس کا اہتمام جناب حافظ عبداللہ نے کیا تھا۔ رات کو محترم نسیم الدین نے سونے جاگنے کے اور مسجد کے آداب بیان کئے اور مسنون دعاؤں کا تذکرہ کیا۔ اِس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ تمام ساتھیوں کو تقریباً ساڑھے چار بجے نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے بیدار کر دیا گیا۔ بعد نماز فجر درسِ حدیث ہوا۔ جس میں ناظم دعوت عامر خان نے ''نہی عن المنکر'' کے متعلق حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں نہی عن المنکر کی بہت زیادہ اہمیت ہے' مگر افسوس کہ اکثر و بیشتر مسلمانوں نے اس تقاضا سے پہلو تہی کر رکھی ہے۔ جس کی بنا پر آج مسلمان قعر مذلت میں پڑے ہیں' اور انہیں رسوائی کا سامنا ہے۔ ناشتہ کے بعد کراچی کے رفقاء نے جناب عامر خان کے ساتھ بغرضِ تربیت اسی مسجد میں گیارہ بجے تک قیام کیا۔ اِس دوران (تقریباً دس بجے) نسیم الدین صاحب نے رفقاء حیدرآباد سے خصوصی خطاب فرمایا' جو ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا۔ جس میں امیر' معتمد' ناظم دعوت' تمام نقباء اور رفقاء حیدرآباد نے شرکت کی۔ محترم نسیم الدین نے تنظیم اسلامی کے خدوخال پر روشنی ڈالی اور رفقائے تنظیم کو نظم کی پابندی اختیار کرنے اور خصوصاً نقباء کو اپنی کارکردگی بڑھانے پر زور دیا۔ آپ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حوالہ سے بھی بات چیت کی' اور انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اُجاگر کی۔ آخر میں تنظیم اسلامی حیدرآباد کی گوناگوں سرگرمیوں پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا اور اسے مزید فعال بنانے پر زور دیا۔ خطاب کے فوراً بعد نسیم الدین صاحب مقامی امیر تنظیم محترم شفیع اللہ لاکھو اور معتمد جناب علی اصغر عباسی کے ہمراہ حیدرآباد کے چند غیر فعال رفقاء کے گھروں پر ملاقات کی غرض سے تشریف لے گئے۔ نماز ظہر کے بعد قاسم آباد کی مسجد عقیلی میں جناب عامر خان نے بعنوان ''امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت'' پر درس قرآن دیا' جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت فرمائی۔ نماز عصر کے بعد راقم کی تجویز پر مدینہ مسجد (ماروی گارڈن جامشورو روڈ) درس قرآن کے لئے منتخب ہوئی۔ چنانچہ وہاں عامر خان نے ''سہ نکاتی لائحہ عمل'' پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اِس پروگرام میں مسجد کے تقریباً بیس احباب اور کراچی اور حیدرآباد کے رفقاء نے شرکت کی۔ درس کو احباب نے بہت سراہا اور تنظیم اسلامی کی کاوشوں کو پذیرائی بخشی اور تنظیم میں شمولیت اختیار کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ شام چھ بجے ہم نے کراچی کے رفقاء کو الوداع کیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ احباب اور رفقاء کی اس سعی کو قبول و منظور فرمائے' نیز ان کے جان و مال اور اوقات کے انفاق کو قبول فرما کر توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یا رب اللعالمین۔

(مرتب: عبدالسلام مروت)

حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی کے مرکز حلقہ سرحد شمالی میں ایک مشاورت کے بعد 24 فروری کو ایک دعوتی ٹیم تشکیل دے کر ضلع سوات روانہ کی گئی' اس ٹیم میں آٹھ افراد شامل تھے۔ ٹیم نے مختلف دعوتی پروگرام منعقد کیے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان پروگراموں میں حاضری بھرپور رہی' اور لوگوں نے پوری توجہ اور آمادگی سے بات سنی۔ اِس دوران لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ اِن پروگراموں میں زیادہ تر موضوعات مسلمان کے دینی فرائض' اللہ تعالیٰ کا انسان سے مطالبہ' غلبۂ دین کا طریقہ کار اور دین و مذہب کا فرق وغیرہ تھے۔ ذیل میں پروگراموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

بمقام ڈڈھارہ: جامع مسجد میں جناب شیر محمد حنیف نے فرائض دینی کا جامع تصور اور فریضۂ اقامت دین بیان کیا۔ اِس پروگرام میں 40 افراد شریک ہوئے۔

بمقام کبل: بعد از نماز مغرب جناب فیض الرحمان نے عبادت رب کے موضوع پر گفتگو کی' جسے 50 افراد نے سماعت کیا۔ بعد از نماز عشاء ایک اور مسجد میں اِسی موضوع پر گفتگو ہوئی۔ اس پروگرام میں تقریباً 60 افراد نے شرکت کی۔

بمقام ڈاگے: بعد از نماز عشاء دو مساجد میں بیان ہوا۔ ایک میں محمد نعیم نے اور دوسری میں شیر محمد حنیف نے بیان کیا۔ دونوں مساجد میں حاضری بالترتیب 35 اور 25 تھی۔

بمقام شریف آباد: 25 فروری کو بعد نماز فجر شریف آباد اور کبل میں درس قرآن ہوا۔ بعدازاں شریف آباد میں صبح 9 تا 11 بجے خصوصی نشست ہوئی' جس میں فرائض دینی کا جامع تصور اور غلبۂ دین کا نبوی طریقہ کار کے موضوعات پر گفتگو کی گئی۔

اِس دوران متذکرہ موضوعات پر کبل میں بھی بات ہوئی' لیکن یہاں موضوع کی وضاحت تین نشستوں میں کی گئی۔ دین و مذہب میں فرق حضرت نبی محسن نے واضح کیا۔ گل محمود نے فرائض دینی بیان کئے' جبکہ فیض الرحمان نے غلبۂ دین کے نبوی طریقہ کار پر گفتگو کی۔

دونوں مقامات پر حاضری بالترتیب 25 اور 30 تھی۔ ایک اور مقام پر بعد از نماز ظہر فیض الرحمان نے بات کی' شرکاء کی تعداد 30 تھی۔

بمقام اوڈیگرام: بعد از نماز عصر نبی محسن کا بیان ہوا۔ حاضری 40 تھی۔ بعد از نماز مغرب ایک اور مسجد میں نبی محسن نے جبکہ ایک دوسری مسجد میں فیض الرحمان نے فرائض دینی بیان کیے۔ بعد از نماز عشاء فیض الرحمان نے اِسی مسجد میں اسلامی نظامِ حیات اور دین کے غلبہ کا نبوی طریقۂ کار بیان کیا۔ دونوں پروگراموں میں حاضری بالترتیب 70 اور 90 تھی۔

بمقام مینگورہ: بنڑ مسجد میں خصوصی دعوتی نشست ہوئی۔ جس میں مقرر شیر محمد حنیف تھے۔ اِس پروگرام میں 8 افراد نے شرکت کی۔

بمقام غالیگے: بعد از نماز عصر تین مساجد میں بیان ہوا۔ بعد از نماز مغرب اور عشاء الگ الگ تین مساجد میں گفتگو ہوئی۔ مقررین گل محمود' محمد نعیم اور عبداللہ تھے۔ ان پروگراموں میں اوسط حاضری 40 تھی۔

26 فروری کو ایک مسجد میں بعد نماز فجر محمد نعیم نے درس قرآن دیا۔ جس میں 40 افراد شریک ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو قبول فرما کر مزید ہمت اور استقامت دے اور ہمارے میزبانوں کو اجر عظیم سے نوازے جنہوں نے مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ (مرتب: احسان الودود)

فلسطین کی متحدہ حکومت

فلسطین میں الفتح اور حماس کی مخلوط حکومت بن گئی ہے تاکہ بین الاقوامی امداد بحال کرائی جاسکے۔ مگر اسرائیل نے اسے مسترد کر دیا ہے کیونکہ حماس نے اسے بحیثیت مملکت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مخلوط حکومت کی امداد کیسے بحال کراتی ہے۔ پھر یہ کہ الفتح سیکولر پارٹی ہے اور حماس اسلامی۔ سوال یہ ہے کہ کیا دونوں طویل عرصہ مل کر کام کر سکیں گی؟

عراق جنگ کے خلاف مظاہرے

امریکا نے 20 مارچ 2003ء کو عراق پر حملہ کیا تھا۔ اسی حملے کی چوتھی "برسی" کے موقع پر امریکا سمیت دنیا کے مختلف حصوں میں جنگ مخالف مظاہرے ہوئے۔ خاص بات یہ ہے کہ امریکا میں عیسائی تنظیموں نے جلوس نکالے اور اس امر پر زور دیا کہ عراق میں کوئی صلیبی جنگ نہیں لڑی جارہی۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ امریکی فوج فی الفور عراق سے نکل جائے۔ یاد رہے کہ عراق میں 3200 امریکی فوجی مارے جاچکے ہیں جبکہ عراقی شہریوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔

دریں اثنا بش نے دھمکی دی ہے کہ اگر انہیں عراق یا افغانستان سے فوج نکالنے پر مجبور کیا گیا تو وہ دونوں ممالک کو دی جانے والی ہنگامی امداد بند کر دیں گے۔ ڈیموکریٹک ارکان چاہتے ہیں کہ بش حکومت عراق سے واپسی کے ٹائم ٹیبل کا اعلان کر دے مگر وہ ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے۔

تسلیمہ نسرین کو قتل کر دو

لکھنؤ کی ایک اسلامی تنظیم آل انڈیا اتحاد کونسل نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص متنازع بنگلہ دیشی ادیبہ تسلیمہ نسرین کو قتل کرے گا، اُسے پانچ لاکھ روپے بطور انعام دیئے جائیں گے۔ یاد رہے کہ تسلیمہ نے ایک ناول "لاج" لکھ کر مسلمانوں کے جذبات مجروح کر رکھے ہیں۔ 1994ء میں وہ بنگلہ دیش سے فرار ہونے پر مجبور ہو گئی تھی۔

صدام کو پھانسی دینے والا جج

رؤف عبدالرحمٰن اس عدالت کا سربراہ تھا جس نے عراقی صدر صدام حسین کو موت کی سزا سنائی تھی۔ آج کل وہ برطانیہ میں چھپا بیٹھا ہے اور اس نے برطانوی حکومت سے شہریت دینے کی درخواست کر دی ہے۔ موصوف کو عراق میں صدام کے حامیوں سے شدید خطرات لاحق تھے اور وہ اپنی جان بچانے کے لیے برطانیہ چلا آیا ہے۔

صدر حسنی مبارک کو جرمانہ

سات برس قبل مصری شہر اسکندریہ سے ایک شخص حمید یاسین کو کسی الزام پر گرفتار کر لیا تھا۔ وہ بیچارا سات برس تک جیل میں پڑا مقدمہ چلنے کا انتظار کرتا رہا۔ آخر انکشاف ہوا کہ وہ بے گناہ ہے۔ اس نے رہا ہوتے ہی صدر حسنی مبارک پر ہرجانے کا دعویٰ ٹھوک دیا۔ اب اسکندریہ کے ہائی کورٹ نے صدر حسنی مبارک کو حکم دیا ہے کہ وہ حمید یاسین کو پانچ ہزار ڈالر بطور ہرجانہ ادا کریں۔ حسنی مبارک کیس کو سپریم کورٹ میں لے جانے کا سوچ رہے ہیں، دیکھتے ہیں کہ وہاں کون کامیاب ہوتا ہے۔

افغانستان میں اطالوی فوج

افغانستان میں اٹلی کے 1900 فوجی موجود ہیں جو مختلف ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔ اب اطالویوں نے اپنی حکومت پر زور دینا شروع کر دیا ہے کہ وہ اپنی فوج واپس بلائے۔ یاد رہے کہ موجودہ اطالوی وزیر اعظم رومانو پرودی نے عہدہ سنبھالتے ہی عراق سے اپنی فوج واپس بلانے کا اعلان کر دیا تھا، تاہم ابھی وہ افغانستان سے فوج نہیں بلوانا چاہتے۔ اس کی وجہ نیٹو کا زبردست دباؤ ہے۔ دراصل اٹلی نے افغانستان سے فوج واپس بلالی تو نیٹو کے دیگر ممالک بھی اپنی فوجیں بلوانے لگیں گے۔ آخر کون چاہتا ہے کہ ان کے فوجی سپوت دیارِ غیر میں اپنی جان قربان کر دیں۔

ایران کا ایٹمی منصوبہ

سلامتی کونسل نے ایران پر مزید پابندیاں لگانے کا منصوبہ بنا لیا ہے تاکہ اُسے اپنا ایٹمی منصوبہ بند کرنے پر مجبور کیا جاسکے۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ ایرانی کبھی اپنا ایٹمی منصوبہ نہیں روکیں گے، اس لیے ان کا کہنا ہے کہ ایسے اقدامات کیے جائیں جن کے ذریعے ایرانی یورینیم کی افزودگی نہ کر سکیں یا کم از کم منصوبے کی رفتار سست ہو جائے۔ اُدھر اب بھی ایران پر جارح امریکہ کے فضائی حملے کا خطرہ منڈلا رہا ہے کیونکہ امریکا جب بھی حملہ کرے گا اچانک ہوگا۔

گیس پائپ لائن منصوبے

پاکستان میں گیس کی سالانہ مانگ میں دس فیصد اضافہ متوقع ہے، اسی لیے وزیر اعظم شوکت عزیز نے اعلان کیا ہے کہ ایران، پاکستان اور بھارت گیس پائپ لائن منصوبہ جلد شروع کرنے کا بندوبست کیا جارہا ہے۔ پاکستانی قطر سے بھی گیس لینا چاہتے تھے لیکن یہ منصوبہ فی الحال ملتوی کر دیا گیا ہے۔

سعودی عرب کا نیا قانون

سعودی عرب حکومت ایک نیا قانون جلد لاگو کرنے والی ہے جس کے بعد ریٹیل اور ہول سیل دکانوں، تقسیم کار اداروں اور گلیوں کی دکانوں میں صرف سعودی شہریت رکھنے والے ہی ملازمت کر سکیں گے۔ فی الوقت ایسی بیشتر ملازمتوں پر پاکستانی، بھارتی یا بنگلہ دیشی کام کر رہے ہیں۔ تاہم ریسٹوران، سبزی کی دکانیں، بیکریاں، کیٹرنگ کے ادارے، گیس اسٹیشن، ادویہ کی دکانیں اس قانون سے مبرا ہوں گی۔ دراصل سعودیوں میں بے روزگاری بڑھ گئی ہے اور اس سے چھٹکارے کے لیے یہ قانون متعارف کروایا جارہا ہے۔

سلامتی کونسل کی کوئی حیثیت نہیں

ایران کے صدر احمدی نژاد نے قرار دیا ہے کہ سلامتی کونسل ایران کے معاملات طے کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتی۔ ان کا کہنا ہے "آج ایران کے دشمن سلامتی کونسل کو استعمال کرتے ہوئے ہمیں ترقی اور خوشحالی سے روکنا چاہتے ہیں۔ ہم اس کا کوئی فیصلہ قبول نہیں کریں گے۔"

بقیہ: اداریہ

جرنیل کو اپنی سیٹ پر بٹھا کر اندھیروں میں گم ہو جاؤ۔ ہم جنرل مشرف کی خدمت عالیہ میں عرض کرنا چاہیں گے کہ آپ کے خلاف اُٹھنے والا طوفان چودھری افتخار کی محبت میں نہیں ہے، یہ درحقیقت اس اندھے اور ظالم نظام کے خلاف اظہار نفرت ہے، جس نے غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر کر دیا ہے۔ یہ نظام غریب کو انصاف اُس کی دہلیز پر کجا قبر کی دیوار سے لگ جانے کے باوجود مہیا نہیں کرتا۔ ذرا خودکشیوں کے بڑھتے ہوئے تناسب پر نگاہ ڈالیں، عام شہری کا اعصابی دباؤ سے ذہنی توازن برقرار رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ بیروزگاری نے اچھے بھلے پڑھے لکھے نوجوانوں کو ڈاکو اور راہزن بنا دیا ہے۔ مہنگائی کا عفریت خاندانوں کے خاندان نگل رہا ہے۔ haves اور have nots میں فاصلے ناقابل عبور ہو گئے ہیں۔ ایک طبقہ خون چوس رہا ہے، دوسرا خون اُگل رہا ہے۔ نظام باطل کی خاردار جھاڑیاں شرف انسانیت کا دامن تار تار کر رہی ہیں اور اُس کے زہر آلودہ ثمرات یوں ظاہر ہو رہے ہیں کہ انسانوں نے درندوں کا روپ دھار لیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس باطل نظام کے ہوتے ہوئے ہم کبھی سکھ چین نہ پا سکیں گے۔ انسانی جان کا تقدس بحال ہوگا نہ ذلت و رسوائی سے نجات پا سکیں گے۔ ہم اپوزیشن رہنماؤں سے بھی پر زور اپیل کرتے ہوئے کہ وہ ماضی پر نگاہ ڈالیں، کبھی ہم نے کہا تھا کہ ایوب خان جائے گا تو قوم کی تقدیر بدل جائے گی۔ ایوب خان چلا گیا قوم کا حال بدتر ہو گیا۔ پھر ہم نے کہا بھٹو اسلام کے راستے میں واحد رکاوٹ ہے۔ بھٹو پھانسی چڑھ گیا، اسلام پھر بھی نہ آیا۔ آج ہم کہتے ہیں مشرف چلا گیا تو روشن خیالی کا دیا بجھ جائے گا۔ ہماری رائے میں یہ خام خیالی ہے۔ نظام نہ بدلا تو کوئی اور مشرف نام بدل کر اور ماسک پہن کر آ جائے گا۔ اور "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" کا اصول کارفرما رہے گا۔

Pakistan was deliberately harbouring the Taliban to use as a political card in Afghanistan.

NATO countries not normally known for their public criticism of allies have been openly questioning Pakistan's continued commitment to the war of terrorism.

Meanwhile, Iran has become the latest country, after India and Afghanistan, to accuse it of interference in its internal affairs.

The military has failed to assert the regime's writ through brutal force in some parts of the country.

Iran is suspicious that Pakistan is supporting the US agenda of trying to create a Shia-Sunni schism as part of the US-grand strategy to divide Muslim all over the world. This divide and occupy policy helped the US in Afghanistan. The same Shia Sunni divide is helping it prolong occupation in Iraq. Following US propaganda, Musharraf regime claims that Iran is helping the insurgency by rebels in Pakistani Balochistan.

All these problems come ahead of polls before which Gen Musharraf wants to be confirmed by the sitting assemblies for another five years, while continuing to remain army chief.

Expectations of a free and fair elections are lowered daily as Gen Musharraf insists in public statements that people vote for his nominees, while newspapers report that the ubiquitous intelligence services are already interviewing prospective parliamentary candidates to ascertain their loyalty to the president.

Pakistanis are used to military dictators prolonging their dictatorial rule indefinitely and also to rigged elections. But what they are not used to is the unprecedented submission of a sitting dictator to his masters abroad. Pakistanis had never been disappeared and detained illegally on the present scale. The top judge of the Supreme Court had never been removed and tortured for his hearing cases of the disappeared persons. ISI had never been so powerful. ISI was never used in 9/11 kinds of plots to frame the whole Muslim ummah. Harassing, humiliating, beating and stripping protestors naked in public had never been the norm in Pakistan. A government never claimed responsibility for the American bombing and killing 83 civilians inside Pakistan.

Ordinary people are already scared for the future of Pakistan. It is now the masters of dictators who have to brace for consequences of their totalitarian zeal.

پریس ریلیز

حالیہ عدالتی بحران حکومت کی نااہلی کا ثبوت ہے' ڈاکٹر اسرار احمد

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ حالیہ عدالتی بحران حکومت کی نا اہلی اور عاقبت نا اندیشی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اسے جس بھونڈے انداز میں انجام دینے کی کوشش کی جارہی ہے وہ انتہائی مایوس کن ہے' البتہ وکلاء نے اس کیخلاف جس ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے وہ ناگزیر ہی نہیں بلکہ موجودہ حالات میں جبکہ پوری قوم پر موت کی کیفیت طاری ہے ایک حد تک امید افزا بھی نظر آتا ہے بشرطیکہ اسے امن و امان کا مسئلہ بنانے سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔ عدالتی نظام ملک کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اس میں انتظامیہ کی مداخلت کا سد باب کیا جا سکے تو یہ بڑی خوش آئند بات ہوگی لیکن اس سے بھی آگے ہمیں پورے سیاسی' سماجی اور معاشی نظام کی بہتری کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے' جس میں سود اور جاگیرداری سارے کرپشن اور استحصال کی اصل وجہ ہے۔ وکلاء کا معاشرے کے ذہین طبقہ میں شمار ہوتا ہے اور معاشرے میں ان کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اس لیے توقع کرنی چاہیے کہ وہ اپنی موجودہ جدوجہد کو برقرار رکھتے ہوئے اسے پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کا پیش خیمہ بنائیں' جو پاکستان کے استحکام ہی نہیں اس کی بقاء کا واحد ذریعہ ہے۔ (معتمد ذاتی)

بقیہ: رپورٹ

کوشش کی جا رہی ہے۔ کنفیڈریشن کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اگر ہم یہاں اسلام نافذ کر کے اپنی نظریاتی اساس کو مضبوط کرکے Normalization کی باتیں کرتے تو بہت اچھا ہوتا۔ لیکن اس وقت حالات منفی رخ پر جا رہے ہیں۔ ان حالات میں نجات کی واحد راہ بنیادی نظریے یعنی نفاذِ اسلام کی طرف لوٹنا ہے۔ اس کے لیے ہمیں پہلے اپنی ذات پر اسلام نافذ کرنا ہوگا' پھر مل جُل کر ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے جدوجہد کرنا ہوگی۔ صدر مشرف کے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کو اسلام کی طرف پھیر دے۔ حکمران پاکستان کے دستور میں موجود اسلامی قوانین کو مؤثر بنانے کے لیے چند دفعات میں ترامیم کر کے اپنی سابقہ کوتاہیوں کا ازالہ کر سکتے ہیں۔

✿✿ضرورت رشتہ✿✿

☆ 28 سالہ لیڈی ڈاکٹر ہومیو پیتھک' گائناکالوجسٹ' ذات کمبوہ کے لئے دیندار گھرانے سے اعلیٰ تعلیم یافتہ' ملازمت پیشہ یا ڈاکٹر کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے مقیم رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: اللہ دتہ: 0300-40806 11

☆☆☆☆☆

☆ جہلم سے قریشی ہاشمی خاندان کی 35 سالہ بیٹی' گائنی سپیشلسٹ (ذاتی کلینک) کے لئے موزوں دینی رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0300-5459471

☆☆☆☆☆

☆ لاہور میں مقیم کاروباری شیخ فیملی کی 24 سالہ بیٹی' رفیقہ تنظیم' تعلیم B.Sc' معہ رجوع الی القرآن اور ترجمہ و تفسیر کورس' کے لئے مناسب دینی رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: سردار اعوان: 3-042-5869501

☆☆☆☆☆

☆ گوجرانوالہ کی رہائشی دو بچیوں' تعلیم بی اے' عمریں بالترتیب 25 اور 30 سال کے لئے مناسب رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 055-4227557, 4210823

☆☆☆☆☆

☆ سکاٹ لینڈ میں مقیم 73 سالہ ریٹائرڈ ڈاکٹر کو رفیقۂ حیات مطلوب ہے۔

برائے رابطہ (لاہور): 042-758831 0

ہفت روزہ مبتدی و ملتزم تربیت گاہیں

بمقام: مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور

22/اپریل (بروز اتوار نماز عصر) تا 28/اپریل (بروز ہفتہ) 2007ء

منعقد ہو رہی ہیں۔ (ان شاء اللہ)

زیادہ سے زیادہ مبتدی و ملتزم رفقاء اِن میں شریک ہوں۔ موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت' تنظیم اسلامی

رابطہ: 0321-7061586 6366638 042-6316638

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 11

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

ABID ULLAH JAN

Another Puppet Dictator: Heading towards his fate with his masters

To many in Washington and London it seems that their puppet General in Islamabad Musharraf is becoming increasingly isolated. They thought, Musharraf is another Hosnie Mubarak who would rule for them forever to come. The increasing realization of his weak public support came in the wake of rallies across the country. Although it seems the rallies are in protest of his politically-motivated suspension of the chief justice of the Supreme Court. This, however, is not the case. This is an excuse for venting the pent up feelings against living under a dictatorial regime. The suspension of top judge simply sparked the public anger.

The sight of black-jacketed lawyers smattered in blood after clashes in Lahore with police does little for the image of Pakistan or the U.S. and U.K. long term plans for the General.

"Pakistan is now the most fenced in nation in the world"

But before this, there have been signs of desperation among masses. Resentment against foreign intervention through local dictators can never be covered with the propaganda slogans, such as "Islamic extremism gaining strength." Ordinary citizens are complaining of worsening law and order, police brutality, intelligence agencies illegal detentions and tortures and violation of law and abuse of power on all levels.

Despite General Musharraf's fully submitting himself to his masters in Washington and London, Pakistan's relations with the United States, Europe and neighbouring countries are becoming more strained. Musharraf's March 15, 2007 statement that he will eradicate poverty to eliminate terrorism is a growing sign of his desperation. This statement is as meaningless as saying, I stand because I want to eliminate terrorism and I sit because I want to eliminate terrorism.

BBC reported the other day that two issues are threatening him: "The first is the military's failure to assert the government's writ over large areas of the country and its refusal to tackle Islamic extremists head-on."

BBC's analysis is wrong on both counts. Pakistan is fully under the occupation of its armed forces since 1958. It is only since the inception of the United States war of terrorism, the military wants to occupy the tribal areas of Pakistan just like the rest of the country. It is facing exactly the same resistance as the Israeli forces are facing in West Bank and Gaza. The only difference is that Pakistani forces are not there for Pakistan. They are there to shed their own and fellow citizen blood for defending the neocons global designs.

It is easy to ignore the root causes and justify killings, oppression and abuse of human rights under the pretext that there are some extremists who "no longer recognise the legitimacy of the state and will only do so when an Islamic revolution takes place." This is not the case. Pakistan has been a hen that lays golden eggs for the military and its corrupt civilian allies since 1958.

Judges, policemen, lawyers and ordinary women and children have been the victims of successive military regimes. People's voice and people's will hardly matter. They can hardly protest, let alone making the dictators and their cronies accountable.

It is not that the government gave in to some 3,000 "militant women," who refused to evacuate a religious school that had been set for demolition. It is that the military regimes cannot fight all the wars, which its masters want it to undertake, at the same time. War on people, bombing their homes and schools, war on school curricula, war on their basic human rights, war on judiciary, war on the very principles of democracy which his master never stop regurgitating. How many wars can the General fight simultaneously?

In the heart of the nation's capital the women refused to recognise any orders from the state reflects how dictators supports from abroad are totally rejected and despised by the public. Washington and London can buy a few dictators, but they can hardly win a war on the masses, their cultural and religious roots and the values they hold dear.

The signs of a dictatorial regime's failure are before our eyes. Up to 200 crimes and robberies are being committed every day in major cities - in Karachi the figures are double that. Much of the prevalent crime is committed by unemployed youth, who form gangs to steal cars, motor bikes and mobile phones. Imagine the state of a nation which is robbed by the military regime from the top and which faces consequences of the regime's policies at the ground level.

Imagine the blow to Pakistan's image, which the General claimed to have improved with publication of his book, when most of the planes of the state-owned Pakistan International Airlines (PIA) were banned from landing in European Union capitals because of safety concerns. PIA officials and government ministers denied there was any problem.

Despite doing his masters' bidding, sacrificing thousands of Pakistani soldiers, killing his own people and shouldering responsibility for the American bombing and butchery of civilians, Gen Musharraf's credibility still remains low as his commitment to deal with terrorism is being questioned by the US and leading NATO countries.

On a five-hour visit to Islamabad on February 26, US Vice President Dick Cheney warned the General Musharraf about Pakistan's lack of action against the alleged Taliban and al-Qaeda leaders operating from its soil.

In several packed hearings in the US Congress, retired US military officers and other American experts testified that